مرتّبہ

شفیق الاسلام فاروقی

ظمت میں

8

2

Marfat.com

Marfat.com

نگارخانۂ عظمت میں

◎

مرتّبہ

شفیق الاسلام فارُوقی

◎

حرا پبلی کیشنز

۱۴/۲ فضل الٰہی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور ۲

Marfat.com

پہلا ایڈیشن ——— ۱۱۰۰

ناشر ——— شفیق الاسلام فاروقی

مطبع ——— آداب پرنٹرز لاہور

قیمت ——— ۱۵/۰ روپے

297.9924
ق 21 ن
۱۱۱۸۵۴

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	دو بھوکے بھیڑیے	۷
۲	رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ	۱۲
۳	ایفائے عہد	۱۵
۴	فقیر گورنر	۲۰
۵	عہد ماضی کی ایک تقریب	۲۵
۶	مستجاب الدعوۃ کی مثال	۲۸
۷	حضرت عمرؒ بن عبد العزیز	۳۱
۸	ائمہ سلف اور باہمی احترام	۳۸
۹	بغداد کے دو داعی	۴۱
۱۰	شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام	۴۶
۱۱	حاصلِ زندگی	۵۲
۱۲	سلطان صلاح الدین ایوبیؒ	۵۶
۱۳	عظمتِ ماضی کی ایک جھلک	۶۱
۱۴	تلاوتِ قرآن کا اعجاز	۶۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط	۷۰
۱۶	آٹھ باتوں میں سارا علم	۷۵
۱۷	معیارِ فضیلت	۷۵
۱۸	"آج ہم اللہ کے مہمان ہیں"	۸۰
۱۹	سلطان عبد الحمید ثانی کا تاریخی خط	۸۲
۲۰	عُمر المختار	۸۶
۲۱	علامہ بشیر الابراہیمی الجزائری	۹۰
۲۲	صبر و استقامت کی مثالی خاتون	۱۰۱
۲۳	جذبۂ ایمان کی مثال	۱۰۸
۲۴	کیا آپ نے قرآن عربی میں پڑھا ہے	۱۱۳
۲۵	وہ گاؤں جس نے مرنے سے انکار کر دیا	۱۱۷
۲۶	رابعہ! جذبہ عزیمت کی مثال	۱۲۴
۲۷	اپنی محنت سے اسلام قبول کرنے والے	۱۲۹
۲۸	انوکھا مسافر	۱۳۵
۲۹	ریاضی کا استاد	۱۴۰
۳۰	گناہ سے دُنیا کا نقصان	۱۴۷
۳۱	اصول کی پکار	۱۵۸
۳۲	نصیحتیں	۱۵۹

Marfat.com

پیش لفظ

زندگی حادثات سے عبادت ہے۔ صبح ہو یا شام، دن ہو یا رات حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں لیکن بعض حادثے نہایت خوشگوار بلکہ خوبصورت ہوتے ہیں۔ ایسا ہی حادثہ چند روز ہوئے پیش آیا مکتبہ البدر میں حفیظ صاحب کے ہاں بیٹھے ہوئے مختلف موضوعات زیرِ بحث تھے کہ جناب شفیق الاسلام فاروقی بھی تشریف لے آئے اور شریکِ گفتگو ہوئے۔ گویا بقول نظیری سب احباب "وقبیلۂ از ماست" سے تعلق رکھتے تھے۔ کتابوں کی اشاعت، ان کے لوازم اور اسلامی نظریۂ حیات پر عمیق نظر رکھنے والے صاحبانِ قلم کے تذکرہ سے فضا کبھی لطیف اور کبھی بوجھل ہو رہی تھی۔ اشاعتی مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اور قارئین کے ذہنی تزکیہ اور جذبۂ فکر و عمل کو مہمیز کرنے کے لیے میں نے ایک تجویز پیش کی کہ "نگار خانہ عظمت میں" کے عنوان سے ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں اسلام کے رہنما، مشاہیر، مفکرین اور نمایاں شخصیات کے ایسے کارہائے نمایاں شامل ہوں جو زندگی بخش ہوں جن کے مطالعہ سے اسلامی اندار پروان چڑھیں اور قارئین نہ صرف ان سے حظ اٹھائیں بلکہ جادۂ حیات پر گامزن ہوتے ہوئے تڑپ، جوش، ولولہ اور جرأت پائیں۔ اس دورِ ناہنجار میں جب غیر معیاری اور غیر اسلامی ادب ـــــ اشتراکی اور الحادی فکر سے مملو ـــــ ذہن و شعور میں خلجان پیدا کر رہا ہے اور ضلالت و گمراہی

Marfat.com

کو بروکشش بنا رہا ہے تو اس بات کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے ۔ قلب و نظر کو جلا اور فکر و عمل کو راست روی بخشنے والے ادب کے ایسے شہ پارے پیش کیے جائیں جو اسلامی روح کو بیدار کریں ۔ اس تجویز کی سماعت سے دونوں اصحاب کی آنکھوں میں چمک اور لبوں پر تبسم نمودار ہوا ۔ دوسرے ہی لمحے حفیظ صاحب گویا ہوئے کہ یہ کام تکمیل کے مراحل میں ہے اور شفیق صاحب لب کشا ہوئے "اس کا پیش لفظ آپ تحریر فرمایئے" میں حیران و ششدر تھا ۔ مگر حادثہ تو گزر چکا تھا ۔

اس کتاب میں عظمت کے حامل ایسے کردار اور واقعات شامل ہیں جو افسانوی ادب سے تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی خیالی دنیا (یوٹوپیا) میں رونما ہونے والے قصے ہیں یا حسن و عشق کی حرص و ہوس سے لبریز داستانیں کہ نفسانی خواہشات کو ابھاریں اور ذوق جمالیات کی تسکین کریں بلکہ یہ ایسی معرکتہ الآرا اور ایمان افروز نگارشات ہیں جو قلب و نظر کو توانائی اور عزم و ہمت کو جولانیاں بخشتی ہیں ۔ ان واقعات میں حقائق کی شیرینی اور صداقتوں کی مٹھاس ہے ۔ یہ ایسا چمنستانِ علم و آگہی ہے کہ جس کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہوتا ہے اور جس کی شادابی سے آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت و الفت سے لبریز ان قلمی کاوشوں میں کوئی مصنوعی پن نہیں ہے ، کوئی تصوراتی رعنائی نہیں ہے بلکہ اس کائنات میں ظہور پذیر ہونے والے ایسے درخشاں لمحات ہیں جنھوں نے حیات انسانی کو ابدی لذتوں سے آشنا کیا ہے ۔ جن میں زندگی کو تابانیاں عطا ہوئی ہیں اور

Marfat.com

جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ و تابندہ ہو گئے ہیں۔

اسی طرح قرآن حکیم کا فصاحت و بلاغت سے لبریز یہ اسلوب قلبِ مسلمان کو حقانیت سے مزین کرتا ہے اور مختلف اقوام کے نشیب و فراز اور عروج زوال کے واقعات بیان کر کے رشد و ہدایت کی راہ متعین کرتا ہے اور منزلِ صداقت کا پتا دیتا ہے۔ محسن انسانیت نے بھی ایسے ہی پُر تاثیر اندازِ بیان سے اہلِ عرب کو رفعتوں سے ہمکنار کیا ہے اور آسمانِ عظمت کا ماہِ تاباں بنایا ہے۔

ایسے ہی اسلوب بیان کی چاشنی جو گلہائے صداقت سے رنگین و جمیل ہے آپ اس کتاب میں پائیں گے۔ جس میں عزیمت، سعی پیہم اور جُہد مسلسل کے غنچے چٹکتے دکھائی دیتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کا مطالعہ رہِ حیات کو منور کرے گا اور جہادِ زندگانی کا ذوق و شوق پیدا کرے گا جس سے بازوئے شمشیر زن کی تاثیر اور قلبِ مومن کا گداز میسر آئے گا۔

اِس کتاب کے بیشتر مضامین ہفت روزہ ”ایشیا“ سے لیے گئے ہیں اور چند مضامین خود فاروقی صاحب کے قلم سے ہیں۔

گوہر ملسیانی

یکم ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ

Marfat.com

Marfat.com

دو بھوکے بھیڑیے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر انسان کی مال و جاہ کی حرص فساد ڈالتی ہے۔ (ترمذی)

☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼

تشریح

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صفات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہیں۔ بشیر اور نذیر اس لیے حضور اکرمؐ کے طریقہ تربیت میں یہ دو خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کہ ایک تو خطرے سے آگاہ کرتے ہیں۔ دوسرا کسی بہت بڑے فائدے کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں حضور اکرمؐ نے ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ فرمایا۔ اور وہ ہے انسان کے دل میں مال وجاہ کی حرص کا پیدا ہو جانا ایک فرد میں یہ برائی ہونا معاشرے کے لیے اس قدر بگاڑ کا باعث بنتی ہے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر حضور اکرمؐ نے اس بگاڑ کو ایک مثال یا تشبیہ سے واضح فرمایا ہے اس تقابل سے انسان کے مال وجاہ کی حرص کا بگاڑ سمجھ میں آجاتا ہے۔

Marfat.com

تصور کیجئے کہ بھیڑیا جو درندہ ہے جس کی سرشت چیرنا پھاڑنا ہے اور وہ اسی تاک میں رہتا ہے۔ اسے بکریوں کے ایک ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے یہاں دو باتیں اور قابلِ غور ہیں۔ اول یہ کہ بھیڑئیے دو ہوں اور بھوکے ہوں۔ پھر یہ کہ انہیں کسی رکاوٹ کا خطرہ نہ ہو کیونکہ وہ ارادتاً ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اندازہ کیجئے کہ وہ کس قسم کی تباہی کا موجب ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ آزادی سے جی بھر کے شکار کریں گے۔ مگر بکریوں کا ریوڑ ہے اور وہ دو ہیں۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ دو دو، تین تین، بھیڑ بکری پھاڑ کھائیں گے۔ جب سیر ہو گئے تو چیرنے پھاڑنے کا محرک ہی نہ رہا۔ پھر یہ ہے کہ ان کے آپس میں الجھنے یا ایک دوسرے سے چھیننے کا موقع بھی نہیں۔ کیونکہ ریوڑ ایک ہے وہ اطمینان سے آزادی سے چیر پھاڑ کے کھائیں گے اور سیر ہو کر مطمئن ہو جائیں گے۔ باقی ریوڑ خود بخود بچ جائے گا۔

اس کے مقابلے میں ایک انسان جو درندہ نہیں ہے بلکہ اشرف المخلوقات ہے۔ اگر اس کے اندر مال اور جاہ کی حرص پیدا ہو گئی تو اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے کبھی سیری نہیں ہوتی۔ کسی صورت میں جی نہیں بھرتا۔ مال کی حرص اسے ہمیشہ ننانوے کے پھیر میں رکھتی ہے لکھ پتی ہو جائے تو کروڑ پتی بننے کی فکر لاحق ہو جاتی ہے اسی وجہ سے داناؤں نے کہا ہے ؎

این دو چشم تنگ دنیا دار را
یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

مگر جہاں حرص آ جائے وہاں قناعت کا گزر ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا مال جمع کرنے کی حرص مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ کہ آدمی کسی مقام پر پہنچ کر تو بس کر سکے۔ اسی طرح جاہ و مرتبہ کی حرص انسان کو کسی حالت میں چین نہیں لینے

Marfat.com

دیتی جو منصب بھی ملے اس پر اکتفا کرنا ممکن ہی نہیں آپ دیکھتے ہیں کہ ایک موقع پر آدمی بلدیہ کا ممبر بننے کے لیے میدان میں آتا ہے۔ دوسرے موقع پر ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر بننے کے لیے بے قرار ہوتا ہے۔ تیسرے موقع پر صوبائی اسمبلی کے لیے ہاتھ مارتا ہے پھر مرکزی اسمبلی کی رکنیت کے لیے بے چین ہوتا ہے۔ پھر وزارتِ عظمیٰ پر نظر جم جاتی ہے غرض جاہ و مرتبہ کی حرص ایسی نان سٹاپ گاڑی ہے جس کا کوئی سٹیشن نہیں ہے۔

یہ پہلو انسان کے شخصی بگاڑ کا ہے یعنی جس آدمی نے مقصدِ تخلیق ہی یہ سمجھ لیا کہ بنک بیلنس بناتا رہے یا کسی قسم کی لیڈری کے لیے ہی جوڑ توڑ میں لگا رہے۔ وہ لازماً شرفِ انسانیت سے محروم ہو گیا۔ اس کے لیے انسان کا لفظ ہی غیر موزوں ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ مال کی حرص کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ مال آئے خواہ کہیں سے آئے، کسی صورت ہیں آئے۔ چنانچہ مال کا حریص جائز و ناجائز، حرام و حلال کی قیود سے ناآشنا ہوتا ہے۔ یہ پہلو انسان کی آخرت بگاڑنے کے لیے کافی ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ مال کی حرص انسان کو اپنے حق پر اکتفا نہیں کرنے دیتی اور جائز حدود کے اندر رہنا اس کے لیے ممکن نہیں رہتا۔ چنانچہ وہ دوسروں کی حق تلفی کرنا، دوسروں کا مال چھیننا خواہ وہ دھوکے سے ہو یا علانیہ، لوٹ کھسوٹ سے ہو اپنا حق سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ ایسے آدمی سے کسی کا مال چھوڑ عزت و آبرو اور جان تک محفوظ نہیں رہ سکتی اور وہ ایک ایسا بھوکا بھیڑیا بن جاتا ہے جو اس درندگی سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ یہ پہلو معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی ایسی صورت ہے جس کی توقع درندوں سے بھی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

چوتھا پہلو یہ ہے کہ چونکہ اسے بدنامی کا خیال یا قانون کا ڈر کسی نہ کسی درجے میں ضرور رہتا ہے اس لیے وہ جہاں مصنوعی پردوں کی آڑ میں یہ کھیل کھیلتا ہے وہاں اس کی بھی فکر ہوتی ہے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مال حاصل کیا جائے۔ اس کی یہ جلد بازی جو اس کی مجبوری ہوتی ہے۔ وہ معاشرے کے لیے وبال بن جاتی ہے۔

پانچواں پہلو یہ ہے کہ جب ایسا آدمی مال جمع کرنے میں بظاہر کامیاب نظر آتا ہے تو کوتاہ اندیش اور ظاہر بین لوگ اس کی نقل کرکے اسی راہ پر چلنے لگتے ہیں۔ اس طرح اس کا یہ مرض ایک متعدی بیماری بن جاتی ہے اور ایسے بگڑے ہوئے افراد کی تعداد میں اضافہ ہونے لگتا ہے گویا اسلامی معاشرے کو مادہ پرستی کا گھن لگ جاتا ہے۔

اسی طرح جاہ و منصب کی حرص انسان سے کیا نہیں کراتی۔ الیکشن کے موسم میں اس کی بہار دیکھنے کے قابل ہوتی ہے جوڑ توڑ کے جو حربے، جھوٹ لالچ، دھن دھونس، دھمکیوں کی صورت میں اختیار کئے جاتے ہیں۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کھوکھلے نعرے، جھوٹے وعدے، ڈرامائی خوش خلقی، وقتی بہروپیا پن کیا کچھ دیکھنے میں نہیں آتا۔

اس کا ایک پہلو تو شخصی سیرت کی تباہی ہے کہ انسان کا ضمیر مر جاتا ہے۔ کوئی تشخص قائم نہیں رہتا کسی اعلیٰ کردار کی توقع نہیں۔ بلکہ اس میدان میں اگر انسان بس ایکٹر بن کر رہ جاتا ہے۔ جو حالات کے مطابق ہر قسم کی ایکٹنگ کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ حالت یہ ہوتی ہے کہ گنگا گئے تو گنگارام، جمنا گئے تو جمنا داس ماضی قریب کی سیاسی زندگی جاہ پرستوں کا پارٹیاں بدلنا اسی ذہنیت کا آئینہ دار ہے

Marfat.com

دوسرا پہلو یہ ہے کہ جاہ پسند آدمی کے لیے یہ ضروری ہوتا کہ اس کا قد اگر ایک فٹ ہے تو ایک گز دکھائے اور دوسروں کو یہ ماننے پر مجبور کرے اور اس کے مدمقابل کا قد ایک گز ہے تو اسے ایک فٹ دکھائے۔ تہمت، الزام، بہتان غیبت جھوٹ وغیرہ کی فصل پورے جوبن پر آتی ہے یعنی اس نے نہ صرف اپنی سیرت کو داغدار کیا۔ بلکہ دوسروں پر کیچڑ اچھالنے میں بھی فخر محسوس کیا۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ جس معاشرے میں اعلیٰ سیرت و کردار کے انسان ڈھونڈے نہیں ملتے۔ بس معاشرہ صرف کھوکھلے نعروں پر جیتا ہے اور خود فریبی اور خدا فریبی کے فن میں ہر فرد طاق ہوجاتا ہے دیکھ لیجئے! پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ جو ۱۹۴۷ء میں دیا گیا۔ وہ اب بھی اسی قوت سے موجود ہے۔ مگر معاشرے میں لا الٰہ الا اللہ کا ثبوت نیچے ملتا ہے نہ اوپر، نہ عوام میں نہ خواص میں اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اس سے بڑا فساد کیا بھوکے بھیڑیے پیدا کر سکتے ہیں؟

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(ماہنامہ، المرشد)

Marfat.com

رَضِیَ اللہُ عَنہُم وَرَضُوا عَنہُ

جب جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کی تشریف آوری سے کئی روز پہلے مشتاقانِ جمال شہر سے نکل کر راستے پر آبیٹھے اور شام کو مایوسانہ واپس ہو جاتے۔ بہت انتظار اور بڑی آرزوؤں کے بعد جب آپ تشریف لائے تو وہ دن ہی مدینہ کے لئے عید ہو گیا۔

حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ جس روز حضورِ اکرم تشریف فرما ہوتے تو آپ کے جمال سے مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا۔ بڑوں کے ساتھ بچے بھی خوشی منا رہے تھے اور لڑکیاں مبارکباد کے یہ سیدھے سادے گیت گا رہی تھیں:

ثنیات الوداع سے ہم پر بدرِ کامل طلوع ہوا ہے
اس لئے خدا کا شکر ہم پر واجب ہوا۔

حضور کی آمد کی خبر سن کر ہر جانب سے لوگ دوڑے چلے آ رہے تھے۔ ان میں انصار کا ایک نوجوان طلحہ بن براء بھی تھا وہ بے اختیار آپ سے لپٹا جا رہا تھا۔ اس نے آپ کے مبارک ہاتھوں کو خوب بوسے دیئے اور عرض

Marfat.com

کیا۔ یارسول اللہ! مجھے جو حکم دیا جائے گا اس پر مستعد پائیں گے۔
سرورِ کونین صلعم اس کی نوعمری میں یہ پختگی دیکھ کر متبسّم ہوئے اور فرمایا۔ کیا تم اپنے والد بزرگوار کو قتل کر دو گے؟

طلحہ یہ ارشاد سن کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا یہ دیکھ کر حضور نے ارشاد فرمایا رک جاؤ۔ میں نے یہ بات تمہیں آزمانے کے لئے کہی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے قطع رحمی کے لئے مبعوث نہیں فرمایا۔

چند ہی دنوں بعد یہ وفادار عاشقِ رسول بیمار پڑ گیا۔ بیماری نے ایسی شدت اختیار کی کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ حضور صلعم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت اس پر جانکنی کی علامات طاری ہو چکی تھیں۔
آپ صلعم نے اس کے اہل خانہ سے فرمایا کہ جب اس کا انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا تاکہ میں اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے آجاؤں اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان کی میت کو گھر میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں

بنی عمرو بن عوف کا یہ محلہ جس میں یہ انصاری نوجوان بیمار تھا مدینہ منورہ سے تین میل دور مسجد قبا کے اطراف میں واقع تھا اور درمیان میں یہودی بستیاں واقع تھیں۔ اس نوجوان کی جس وقت وفات ہوئی تو رات ہو چکی تھی وفات سے پہلے نوجوان طلحہ رض نے اپنے اہل خانہ سے کہا۔ دیکھو جب میں مرجاؤں تو تم لوگ حضور کو میری موت کی اطلاع مت دینا کیونکہ رات کا وقت ہے، اور درمیان میں دشمن یہودیوں کی بستیاں ہیں مبادا وہ حضور کو ایذا پہنچائیں اس لیے تم لوگ خود ہی میری جنازہ پڑھ کر مجھ دفنا دیا۔
اہل خانہ اور اہل محلہ نے طلحہ کی وصیت پر عمل کیا اور طلحہ کو رات ہی کو دفن کر دیا۔

Marfat.com

صبح کو محلے کے لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور طلحہؓ کی وفات اور اس کی وصیت کے مطابق اس کی تدفین کی خبر دی۔ حضورؐ پر طلحہؓ کی موت بالخصوص آپؐ کی حفاظت کے خیال سے آپ کو زحمت نہ دینے کی بات کا بہت اثر ہوا آپ اسی وقت محلہ بنی عمرو تشریف لے گئے اور اہل محلّہ کی معیت میں طلحہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ جب آپؐ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو سب لوگ آپؐ کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے طلحہ کے لئے جو دعا فرمائی وہ اپنی نوعیت میں منفرد ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

یا اللہ! طلحہ کو ایسی حالت میں ملنا کہ تم
اسے دیکھ کر ہنس رہے ہو اور وہ تم کو دیکھ
کر۔

ماخوذ از مضمون
مولانا سید اصغر حسین مرحوم
مطبوعہ اقرار ڈائجسٹ کراچی

(ہفت روزہ ایثار)

Marfat.com

ایفائے عہد

خلیفہ دوم امیرالمومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے ایک نوجوان اونٹ پر سوار شہر مدینہ کے قریب سے گزر رہا تھا سفر کی تکان نے اسے اس قدر مضمحل کر دیا تھا۔ ایک جگہ گھنی چھاؤں دیکھ کر وہ سستانے بیٹھ گیا۔ اونٹ کو اس نے کھلا چھوڑ دیا۔

موسم خوش گوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ فرحت و انبساط کا ایک عجیب سا احساس اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ اور بیٹھے ہی بیٹھے اسے نیند آگئی جب آنکھ کھلی تو اونٹ غائب تھا۔ اِدھر اُدھر نظر ڈالی تو وہ سامنے باغ میں دکھائی دیا۔ نوجوان ادھر لپکا۔ مگر ابھی باغ کے اندر داخل بھی نہیں ہوا تھا کہ پتھر کا ایک ٹکڑا سنسناتا ہوا آیا اور اونٹ کی آنکھ پھوٹ گئی۔

نوجوان کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ اس نے اسی پتھر کو اٹھا کر باغ کے بوڑھے مالک کے سر پر دے مارا۔ جس نے اونٹ کو زخمی کیا تھا۔ شومئی قسمت چوٹ کچھ ایسی لگی وہ مرد ضعیف اسی جگہ مر گیا۔ اس کے دونوں بیٹوں نے دوڑ کر قاتل کو پکڑ لیا۔ اس نے بھی کوئی مزاحمت نہ کی۔

مدعی اور مدعا علیہ امیرالمومنین کے دربار میں حاضر ہوتے۔ مدعی

Marfat.com

نے کہا۔

"یہ آدمی میرے باپ کا قاتل ہے۔ ہم عدالت سے انصاف کے طالب ہیں۔"

مدعا علیہ نے عرض کیا۔

"مجھے اپنے جرم کا اقرار ہے لیکن اس قتل میں میرے ارادے کو دخل نہیں تھا۔"

امیر المومنین نے فیصلہ سنا دیا۔

"اقبالِ جرم کے بعد شریعت مطہرہ کے حکم کے مطابق تم سے قصاص لیا جائے گا' خون کا بدلہ خون۔"

نوجوان نے عدالت کے اس فیصلہ پر ادب سے سر جھکا لیا۔

"امیر المومنین! اسلام کا قانون اور آپ کا حکم سر آنکھوں پر" اس نے کہا۔

"مجھے سزائے موت بخوشی قبول ہے لیکن اتنی گزارش ہے کہ میرے باپ نے مرتے وقت ترکہ میں کچھ سونا چھوڑا تھا جسے میں نے ایک جگہ خفیہ طور پر دفن کر دیا ہے۔ اس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے اس سونے میں اس کا بھی حصہ ہے۔ اگر وہ امانت میں اس کے حوالے نہ کر سکا تو قیامت کے دن خائنوں میں میرا شمار ہو گا۔ مجھے تین دن کی مہلت دی جائے تاکہ میں اس فرض سے سُبک دوش ہو کر چین سے ابدی نیند سو سکوں۔"

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم واپس لوٹ آؤ گے"؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا۔ اور نوجوان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

Marfat.com

کانپتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔ "خلیفۃ المومنین! میں بھاگ کر کہاں جاؤں گا یہاں نہیں تو وہاں پکڑا جاؤں گا۔ آپ یقین کیجئے میں عدالت کو دھوکا نہیں دوں گا۔ میں یہاں اس شہر میں اجنبی ہوں کسے اپنا ضامن بنا کر پیش کروں؟ آہ کس سے مدد کی درخواست کروں؟"

ابھی اس نے اپنی بات ختم نہیں کی تھی کہ فضا میں ایک باوقار آواز ابھری۔

"میں تمہارا ضامن ہوں۔"

لوگوں نے چونک کر دیکھا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے چہیتے صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔

نوجوان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"مگر آپ . . . . آپ تو مجھے جانتے بھی نہیں آپ . . . ."

"ہاں میں نہیں جانتا لیکن تم مسلمان ہو، کیا تمہارے تعارف کے لئے اتنا کافی نہیں۔"

اخوت اسلامی کی خوشبو سے مہکتے ہوئے یہ پھول جیسے ہی حضرت ابوذر غفاریؓ کے منہ سے جھڑے، آدمیت نے آگے بڑھ کر انہیں پلکوں سے چنا اور عقل نے سر جھکا کر زیر لب کہا۔ اللہ اللہ! یہ کس نے اپنا کلمہ پڑھا کر ساری انسانی برادری کو ایک رشتہ وحدت میں منسلک کر دیا۔

ادھر وہ نوجوان مدینہ سے تین دن کی اجازت لے کر رخصت ہوا۔ ادھر اہل مدینہ عالم اضطراب میں ایک ایک دن گن گن گزارنے لگے۔

تیسرے دن دربار فاروقیؓ میں اس بوڑھے مقتول کے فرزندوں کے علاوہ حضرت ابوذر غفاریؓ بھی حاضر تھے۔

"میں ابوذر غفاری عدالت کو یہ بیان دے رہا ہوں کہ اگر آج شام

Marfat.com

تک وہ نوجوان حاضر نہ ہوا تو قصاص کے لئے میری گردن حاضر ہے۔"
ان کی آواز میں ایک انوکھا عزم تھا ماحول پر سناٹا طاری ہو گیا۔
آہستہ آہستہ دن ڈھلتا گیا یہاں تک کہ آفتاب مغرب کی آغوش میں روپوش ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔

اچانک ہواؤں کے دوش پر لہراتی ہوئی ایک آواز حاضرین مجلس کے پردۂ سماعت سے ٹکرائی۔ کوئی چیخ رہا تھا۔ "میں آرہا ہوں، امیر المومنین میں آرہا ہوں۔ لوگو خدا کے لئے رک جانا۔"

اور دوسرے ہی لمحہ وہ نوجوان گرد وغبار میں اٹا ہوا پسینے سے شرابور سامنے آگیا۔

صحابہ کرام رضی کی آنکھوں میں خوشی کے موتی چمک اٹھے۔ حضرت ابوذر رضی کے ہونٹوں پر ایک ملکوتی تبسم جاگ اٹھا۔

امیر المومنین کی زبان پر حمد الٰہی و نعت نبی ص کے کلمات جاری ہو گئے۔ اسی عالم میں انہوں نے ارشاد فرمایا "تم نہ آتے تو ابوذر رضی کے سوگ میں مدینہ ماتم کدہ بن جاتا۔"

"ہاں امیر المومنین، اگر میں وعدہ وفا نہ کرتا تو اسلام کی تاریخ داغدار ہو جاتی لوگ کہتے کہ اپنے محسن کو موت کے منہ میں جھونک کر فرار ہو جانے والا مجرم مسلمان ہی تھا، کوئی اور نہیں تھا۔ شاید آئندہ سے بے کسوں اور مجبوروں پر رحم کھا کر انہیں پناہ دیتے ہوئے بھی لوگوں کو ڈر لگتا۔"

نوجوان کی آواز بھرا گئی اس نے مڑ کر حضرت ابوذر غفاری رضی کی طرف دیکھا اور دھیرے سے کہا۔ "میرے محسن آپ کا شکریہ! آپ نے مجھے عاقبت

Marfat.com

ہیں رسوا ہونے بچا لیا۔ قیامت کے دن اب میرا شمار خائنوں میں نہیں ہوگا۔"

حضرت ابوذر غفاریؓ نے بڑے ہی گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔ نوجوان! میرے فرض کو احسان کا نام نہ دو۔ میں نے تمہاری ضمانت نہ لی ہوتی تو ساری زندگی یہ خیال پریشان کرتا کہ اپنے ایک دینی بھائی کی مدد محض اس لئے نہ کر سکا کہ وہ ہمارے لیے اجنبی تھا۔ اگر آج میری گردن مار ہی جاتی جب بھی مجھے افسوس نہ ہوتا۔ جان جاتی مگر غم گساری اور انسانیت کا وہ فرض جو میرے ذمے تھا اس کی ادائیگی میں تو کمی نہیں رہ جاتی!"

حضرت ابوذر غفاری کے خاموش ہوتے ہی دونوں مدعی کھڑے ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور لب تھرتھرا رہے تھے۔ ذرا رک کر بھیگی پلکوں کے سائے میں انہوں نے کہا "امیرالمومنین! گواہ رہیے کہ ہم نے اپنا دعویٰ قصاص واپس لیا۔"

تہنیت و مبارک باد کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی۔ نوجوان کی آنکھوں میں تشکر کے جذبات امڈ آئے۔

"آؤ، میرے دوست ہم گلے تو مل لیں۔" ان بھائیوں نے اسے مخاطب کیا۔ "اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ رحمتہ اللعالمین کا کلمہ پڑھنے والے جذبہ عفو سے آشنا نہیں۔ ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا ایک مسلمان کی غیر ارادی خطا سے درگزر کرتے۔"

مدعی اور مدعا علیہ گلے مل رہے تھے اور وقت کا مورخ حیرت سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔

تو یہ ہے وہ اسلام جس کے ماننے والے جان سے زیادہ زبان کا پاس رکھتے تھے۔ اور جس کے حلقہ بگوش صرف مال و دولت سے ہی اپنے بھائی کی مدد نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات جذبہ اخوت کا حق ادا کرنے کے لیے تلوار کے نیچے سر رکھ دینے میں انہیں پس و پیش نہیں ہوتا تھا۔ (قمر الہدیٰ زیدی)

Marfat.com

فقیر گورنر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے، بہت سے ممالک فتح ہو چکے ہیں، مسلمانوں کی عسرت و تنگی کا دور ختم ہو چکا ہے، حضرت عمرؓ سعید بن عامر جمحیؓ کو حمص کا گورنر مقرر کرتے ہیں اور وہ اس سے گریز کرتے ہیں۔ گریز۔ گورنری سے گریز اس کے لیے تو بڑے داؤ پیچ اختیار کیے جاتے ہیں، بڑی بڑی سازشیں ہوتی ہیں، چالیں چلی جاتی ہیں اور بڑے جوڑ توڑ کیے جاتے ہیں۔ سعید بن عامر کو اس بلند عہدہ سے انکار ہے، وہ اس کو پھولوں کی سیج نہیں بلکہ ذمہ داریوں کا بارِ گراں تصور کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے غصہ ہو کر فرمایا ہم کو تو تم لوگوں نے خلافت کا بارِ گراں سونپ دیا اور جب تم سے کچھ مدد لینا چاہتا ہوں تو تم اپنا دامن بچاتے ہو۔ دامن بچانا اور گورنری سے آج کی دنیا میں کسے یقین آئے گا بہر حال انہوں نے حضرت عمرؓ کے اصرار و غصہ کے بعد اس منصب کو قبول فرمالیا، جب گورنری کا بوجھ اٹھا لیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم آپ کی کچھ تنخواہ نہ مقرر کر دیں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا امیر المومنین! بیت المال سے ہم کو جو خرچہ ملتا ہے وہی کافی ہے، گورنری کی تنخواہ لے کر ہم کیا کریں گے۔

عہدہ قبول کرنے کے بعد وہ حمص کے لیے روانہ ہو گئے، کچھ عرصہ

۱۱۱۱۵۴

Marfat.com

کے بعد حمص سے کچھ ایسے لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے جن پر انہیں اعتماد تھا کہ غلط بیانی نہ کریں گے، حضرت عمرؓ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تمہارے علاقہ میں جو نادار و حاجت مند لوگ ہیں ان کے ناموں کی ایک فہرست مجھے دے دو تاکہ میں ان کی ضرورت پوری کر دوں، ان لوگوں نے جب ضرورت مندوں کی لسٹ تیار کی تو اس میں حمص کے گورنر سعید بن عامرؓ کا بھی نام تھا، سعید بن عامر کا نام پڑھ کر حضرت عمرؓ نے حیرت سے پوچھا کون سعید بن عامر؟

ان لوگوں نے جواب دیا سعید بن عامر جو ہمارے علاقہ کے حاکم ہیں۔

حضرت عمرؓ نے حیرت سے فرمایا تمہارے علاقہ کا حاکم فقیر ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا "ہاں" وہ فقیر ہیں کئی کئی دن گزر جاتے ہیں اور ان کے گھر میں چولہا نہیں گرم ہوتا، یہ سن کر حضرت عمرؓ اتنا روئے کہ داڑھی تر ہو گئی۔ پھر ایک ہزار دینار ایک تھیلی میں رکھ کر ان لوگوں کے حوالہ کرتے ہوئے کہا کہ سعید بن عامر کو ہمارا سلام کہو اور ان سے کہہ دینا کہ یہ رقم امیر المومنین نے آپ کے لیے بھیجی ہے کہ اپنی ذاتی ضروریات پوری فرمائیں۔

وفد نے واپس آکر تھیلی حضرت سعیدؓ کے حوالہ کی تھیلی کے اندر دینار دیکھ کر انہوں نے تھیلی کو پھینکتے ہوئے اس طرح انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جیسے کوئی زبردست آفت آگئی ہو۔ اناللہ کی آواز سن کر ان کی اہلیہ گھبرائی ہوئی تیزی سے آئیں اور حیرت سے پوچھنے لگیں کیا بات ہے؟ کیا امیر المومنین کا انتقال ہو گیا؟ فرمایا اس سے بھی بڑی بات ہو گئی، انہوں نے پھر پوچھا کیا مسلمان کسی زبردست جنگ میں پھنس گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس سے بھی اہم حادثہ پیش آگیا ہے۔ اہلیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس سے اہم کیا بات ہو سکتی ہے؟

Marfat.com

فرمایا میرے گھر میں دنیا داخل ہو گئی جو میری آخرت کو برباد کر دے گی، میرے گھر میں فتنہ داخل ہو گیا۔ یہ سن کر اہلیہ نے فرمایا کہ اس سے چھٹکارا حاصل کر لیجئے اور دینار کا قصہ انہیں معلوم نہ تھا۔

اہلیہ کا جواب کا سن کر حضرت سعید نے فرمایا کیا تم اس معاملہ میں میری مدد کرو گی؟ جواب دیا ہاں! اس کے بعد انہوں نے دیناروں کو کئی تھیلیوں میں رکھ کر غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

اس واقعہ پر کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عمرؓ شام کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بذات خود تشریف لائے، جب حمص پہنچے تو وہاں کے لوگ سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہارے حاکم کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ سے حاکم کی شکایت کی اور چار عیب بیان کیے اور ہر عیب دوسرے سے بڑھ کر۔

حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں کہ میں نے حاکم اور ان شکایت کرنے والوں کو ایک جگہ جمع کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ سعید بن عامر کے بارے میں میرا جو تصور ہے وہ غلط نہ ہو مجھے ان پر بڑا اعتماد تھا۔ شکایت کرنے والوں سے میں نے پوچھا کہ تم کو اپنے حاکم سے کیا شکایت ہے؟

پہلی شکایت تو انہوں نے یہ کی کہ وہ دن چڑھے باہر نکلتے ہیں اس سے پہلے ہم ان تک اپنی کوئی بات نہیں پہنچا سکتے، یہ سن کر میں نے سعید بن عامر سے پوچھا کیا یہ صحیح ہے؟ وہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا ہاں یہ بات آپ سے بیان نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر اب صورتحال ایسی بن گئی ہے کہ بیان کرنے پر مجبور ہوں۔ قصہ یہ ہے کہ میرے کوئی خادم نہیں لہذا ہر روز صبح اٹھ کر گھر والوں کے لیے آٹا گوندھتا ہوں، پھر تھوڑی دیر خمیر اٹھنے کا

Marfat.com

انتظار کرتا ہوں، خمیر اٹھنے کے بعد روٹی پکاتا ہوں، اس کے بعد وضو کر کے باہر نکلتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے دوبارہ ان سے پوچھا کہ دوسری شکایت تمہیں کیا ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا یہ رات کے وقت ہماری کوئی شکایت نہیں سنتے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس شکایت کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ انہوں نے کہا، یہ بات بھی میں چھپانا چاہتا تھا مگر اب تو بتانا ہی پڑے گا۔ میں نے دن ان لوگوں کے لیے مقرر کیا ہے اور رات اپنے رب کے لیے۔

حضرت عمرؓ نے تیسری بار پوچھا اور کیا شکایت ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا کہ مہینہ میں ایک دن ایسا ہوتا ہے کہ ہم ان سے نہیں مل سکتے۔

حضرت عمرؓ نے سعید سے پوچھا اس کا کیا جواب ہے؟ انہوں نے جواب دیا، امیر المومنین! میرے کوئی خادم نہیں ہے اور میرے جسم پر جو کپڑے نہیں ہیں ان کے علاوہ میرے پاس کپڑے نہیں ہیں مہینہ میں ایک مرتبہ میں خود ہی ان کو دھوتا ہوں، پھر ان کے سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں اس سبب سے باہر آنے میں تاخیر ہوتی ہے اور دن کے آخری حصہ میں باہر نکل پاتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اور کیا شکایت ہے؟ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ وقتاً فوقتاً ان کو غشی طاری ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں اہل مجلس سے بے خبر ہوتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا سعید! تم کیا کہتے ہو؟

Marfat.com

انہوں نے جواب دیا زمانۂ جاہلیت میں مَیں حضرت خبیب کی پھانسی کے وقت موجود تھا۔ قریش ان کے جسم کے اعضاء ایک ایک کر کے کاٹ رہے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا اب تم یہ پسند کرو گے کہ جگہ محمدؐ ہوں اور تم چھوٹ جاؤ۔ خبیب جواب دے رہے ہیں کہ خدا کی قسم مجھے یہ گوارا نہیں کہ محمدؐ کو کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر میں بال بچوں کے ساتھ امن و اطمینان کے ساتھ رہوں۔

اب جب بھی مجھے وہ منظر یاد آتا ہے اور یہ خیال ستاتا ہے کہ میں نے اس وقت خبیب کی کوئی مدد نہیں کی تو یہ گمان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہ فرمائے گا۔ معافی نہ ہونے کا خیال آتے ہی مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

عہد ماضی کی ایک تقریب

حضرت سعیدؒ بن مسیّب کی لڑکی نہایت حسین وجمیل اور زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ تھی۔ خلیفہ عبدالملک اپنے ولی عہد کے لیے اس کا رشتہ چاہتا تھا مگر حضرت سعید امرار وسلاطین کو منہ لگانا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ ان کی زندگی کو سراسر غلط سمجھتے تھے۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا، عبدالملک نے سختیاں بھی کیں مگر وہ رضامند نہ ہوئے۔

اس کے برعکس انہوں نے اس گوہر گرانمایہ کو ایک غریب مگر دین دار آدمی کے حوالے کر دیا۔

ابو وداعہ قریش کا ایک معمولی اور غریب فرد تھا اور حضرت سعید کی خدمت میں پابندی کے ساتھ حاضر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ چند روز تک غیر حاضر رہا جب آیا تو پوچھا "اتنے دن کہاں غائب رہے"؟

میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے حاضر نہ ہو سکا۔ ابو وداعہ نے کہا۔

"تم نے مجھے کیوں خبر نہ کی میں بھی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتا"۔ ابو وداعہ نے کہا "میں نے خیال کیا کہ آپ کو کیا زحمت دوں"۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جب اٹھنے لگا تو حضرت سعید نے پوچھا تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا؟

Marfat.com

حضرت میں غریب آدمی ہوں مجھے کون اپنی فرزندی میں قبول کرے گا۔
ابو وداعہ نے عرض کیا۔

"میں کروں گا۔ تم تیار ہو"؟ حضرت سعید نے فرمایا۔ حضرت اس سے زیادہ میری اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔ ابو وداعہ نے کہا:

حضرت سعید نے اسی وقت چند درہم مہر پر ابو وداعہ سے اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا۔ ابو وداعہ کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ مگر اس کو یہ فکر لاحق تھی۔ کہ رخصتی کے لیے ضروری ساز و سامان کہاں سے لاؤں گا۔ لیکن حضرت سعید نے اس مشکل کو بھی حل کر دیا۔

شام کے وقت اپنی لڑکی کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ پہلے دو رکعت نماز خود پڑھی پھر دو رکعت نماز لڑکی سے پڑھوائی۔ اس کے بعد اپنی جگر گوشہ کو ہمراہ لے کر اپنے داماد (ابو وداعہ) کے گھر پہنچے۔ وہ روزہ افطار کر کے بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ ابو وداعہ نے پوچھا کون"؟

"میں ہوں سعید"

یا الٰہی سعید بن مسیّب تو اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں آتے جاتے نہیں۔ یہ سعید کون ہیں؟ ابو وداعہ نے اپنے دل میں کہا۔ پھر اٹھ کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ شیخ سعید بن مسیّب ہیں۔ اس نے معذرت کے طور پر کہا۔

حضرت مجھے طلب فرما لیا ہوتا۔ خود تشریف آوری کی زحمت کیوں فرمائی۔

مجھے تمہارے پاس آنا چاہیے تھا۔ تم مجرد ہو اور تمہاری بیوی موجود ہے۔ میں نے کہا کہ تنہا کیوں رات بسر کرو، اس لیے تمہاری بیوی کو لے آیا ہوں۔ لو یہ تمہاری بیوی ہے" یہ کہہ کر اپنی لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو شرم سے پیچھے

Marfat.com

کھڑی ہوئی تھی۔ پھر لڑکی کو دروازے کے اندر کر کے کواڑ بند کر دیا اور تشریف لے گئے۔ ابو وداعہ مسرت، حیرت اور استعجاب کا پیکر بنے ہوئے تھے۔ اس پیکر عفت کو لے کر اندر آئے اور پھر چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو پکارا اور اپنی شادی کا اعلان کیا کہ آج سعید بن مسیّب نے اپنی لڑکی نکاح میرے ساتھ کر دیا اور اسے میرے گھر پہنچا گئے ہیں۔ ابو وداعہ کی ماں کو خبر ہوئی تو وہ دوڑی دوڑی آئیں اور کہا کہ اگر بغیر سنوارے ہوئے تم اس کے پاس گئے تو تمہاری صورت نہ دیکھوں گی۔ چنانچہ تین دن تک دستور کے مطابق دلہن کو بنایا سنوارا۔ جب تین دن کے بعد دیکھا تو وہ چندے آفتاب چندے ماہتاب تھی۔ علم وفضل کے زیور سے آراستہ حافظ قرآن وحدیث اور حقوق شوہری سے باخبر۔

(ہفت روزہ ایشارہ)

Marfat.com

مستجاب الدعوۃ کی مثال

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق علماء رجال لکھتے ہیں کہ وہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں "مستجاب الدعوۃ" کی حیثیت سے مشہور رہتے۔ امام بخاری رح و مسلم رح نے ان کی دُعا کی قبولیت کا ایک عجیب و غریب واقعہ حضرت جابر بن سمرہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک بار اہل کوفہ نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ یہ نماز قاعدے سے نہیں پڑھتے، اس شکایت پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پاس طلب کر کے صورت حال کے متعلق استفسار کیا (چونکہ حضرت سعد رضی پر یہ ایک اتہام تھا، جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا) اس لئے حضرت سعد رضی نے اس کی پرزور تردید فرمائی اور عرض کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھتا ہوں اور طریق سنت سے ادنیٰ کمی نہیں کرتا اور اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا) میں عشاء کی پہلی دو رکعتوں کے قیام میں طویل اور آخر کی دونوں رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں۔

یہ تفصیل سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے متعلق

Marfat.com

ان لوگوں کا یہ ظن فاسد ہے۔ اور مزید تحقیق حال کے لئے کوفہ چند لوگوں کو بھیج دیا کہ جاکر اہل کوفہ سے صحیح صورتِ حال معلوم کریں۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان فرستادہ حضرات نے کوفہ کی ایک ایک مسجد میں جاکر معاملہ کی تحقیق کی۔ تمام اہل کوفہ نے بیک زبان اس الزام کی تردید کی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کی۔

البتہ قبیلۂ بنی عبس کی مسجد میں ابو سعدہ اسامہ بن قتادہ نامی ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندوں سے کہا کہ جب آپ حضرات مجھ سے شہادت طلب کر رہے ہیں تو سچی بات یہ ہے کہ سعد میں تین خرابیاں ہیں۔

۱۔ یہ جہاد میں اسلامی لشکر کے ساتھ خود نہیں نکلتے۔

۲۔ مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم میں مساوات کا لحاظ نہیں کرتے۔

۳۔ اور معاملات کے فیصلہ میں انصاف سے کام نہیں لیتے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ابو سعدہ کے ان الزامات کا جب علم ہوا، تو انہوں نے ان الزامات کی صفائی دینے کے بجائے اس معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! اگر آپ کے اس بندے نے شہرت طلبی اور نام و نمود کی غرض سے مجھ پر یہ جھوٹے الزامات عائد کیے ہیں تو آپ اسے درازیٔ عمر، زیادتی فاقہ، اور ابتلائے فتنہ کی سزا دیجئے۔

حق جل مجدہ نے اپنے اس بندۂ مخلص کی دعا قبول فرمالی۔ عبدالملک بن عمیر جنہوں نے اس واقعہ کو حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو سعدہ کو کوفہ کی گلیوں میں اس حال میں دیکھا ہے

Marfat.com

کرم بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں آنکھوں پر گر گئی تھیں اور اس حال میں بھی وہ راہ میں گذرنی ہوتی باندیوں سے نظر بازی اور چھیڑ خوانی کیا کرتا تھا

(ہفت روزہ ایشار)

Marfat.com

۷

حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ

پیدائش ۶۱ھ   وفات ۱۰۱ھ

خلافتِ بنو امیہ کے عہد میں آپ کی خلافت کا دور ایک معجزہ ہے۔ وہ خلیفۂ وقت سلیمان بن عبد الملک کے چچا زاد بھائی تھے اور اس کے پیشرو ولید بن عبد الملک اور اس کے اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ان کی جوانی اور امارت کو ان کی خلافت کے بعد کی زندگی سے کوئی مناسبت نہیں۔ وہ ایک صاحبِ ذوق امیرانہ مزاج اور نفیس طبع نوجوان تھے، سوائے طبیعت کی سلامتی، حق پسندی اور فطری نیک مزاجی کے ان میں کوئی ایسی علامت نہ تھی کہ وہ اتنا اہم کام انجام دینے والے ہیں، کہ بنی امیہ کے خاندان میں ایک خلیفۂ راشد پیدا ہو، جو حالات میں انقلاب برپا کر دے۔

وہ جس طرح منصبِ خلافت پر آئے، وہ بھی خدا کی قدرت کی ایک نشانی تھی جس کا موروثی نظامِ حکومت میں کوئی موقع نہ تھا۔ مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا۔ ہوا یوں، آپ کا پیشرو سلیمان بن عبد الملک بیمار ہوا۔ اس کے بچے چھوٹے چھوٹے تھے، اس نے ان کو لمبی لمبی قبائیں پہنائیں اور ہتھیار باندھے کہ وہ کچھ بڑے معلوم ہوں، مگر وہ آنکھوں میں نہ جچے۔ اس نے بڑی حسرت سے ان کو دیکھا اور کہا کہ وہ بڑا خوش قسمت ہے

Marfat.com

جس کے بیٹے جوان ہوں۔ رجاء بن حیوۃ نے جو اسی انتظار میں تھے، حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی جانشینی کا مشورہ دیا، جو منظور ہوا اور آپ کا یہ مشورہ جسے ایک کارنامہ کا نام دیا جا سکتا ہے ایک عظیم دینی انقلاب کا ذریعہ بنا۔

انہوں نے زمام حکومت سنبھالنے کے فوراً بعد اُن عمّالِ حکومت کو معزول کیا جو سخت ظالم اور ناخدا ترس تھے۔ ان کے سامنے شاہی تزک و احتشام اور جانشینی کا جو سامان پیش کیا گیا اس کو بیت المال میں داخل کیا، مظالم کا تصفیہ کیا اور اپنی مجلس کو جو روم اور ایران کے شہنشاہوں کے درباروں کی حیثیت اختیار کر گئی تھی، سُنتِ اور خلافتِ راشدہ کے نمونہ پر بنا دیا۔ اپنی جاگیر واپس کر دی، بیوی کا زیور بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور ایسی زاہدانہ زندگی اختیار کی جس کی نظیر بادشاہوں میں تو کیا درویشوں اور فقیروں میں بھی ملنی مشکل ہے۔

اُن کے دو وقت کھانے کا خرچہ دو درہم یومیہ سے زیادہ نہ تھا۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر سرکاری شمع جل رہی ہوتی اور کوئی اُن کی خیریت دریافت کرنے لگتا یا ذاتی بات چیت شروع کر دیتا تو فوراً اس کو گُل کر دیتے اور اپنی ذاتی شمع منگواتے۔ حتیٰ کہ بیت المال کے مُشک کو سُونگھنا بھی گوارا نہ تھا۔ ان کی احتیاط تنہا اپنی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ وُہ اپنے عمالِ حکومت کو بھی احتیاط کا سبق دیتے اور ان سے توقع کرتے تھے کہ وہ بھی حکومت کے معاملہ میں اسی قدر محتاط اور خبر رس ہوں گے۔

اِس زاہدانہ زندگی اور تقوی و احتیاط کے ماسوا انہوں نے حکومت کی رُوح ہی بدل دی۔ پہلا اور بنیادی انقلاب یہ تھا کہ انہوں نے حکومت

Marfat.com

کا نقطۂ نظر بدلا۔ اُس وقت تک حکومت محاصل وخراج وصول کرنے اور خرچ کرنے کا ایک انتظامی ادارہ تھا جسے جمہور کے اخلاق و عقائد اور ضلالت و ہدایت سے کچھ بحث نہ تھی۔ انہوں نے اپنے اِس مشہور تاریخی فقرے سے کہ:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، تحصیلدار بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے"

حکومت کا مزاج اور نقطۂ نظر ہی تبدیل کر دیا اور اُسے دنیاوی حکومت کی بجائے خلافتِ نبوت بنا دیا۔ اُن کی مدّتِ خلافت اسی ایک جملہ کی عملی تفسیر تھی۔ انہوں نے دینی نفع کے مقابلے میں حکومت کے مالی نقصان کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ ان کے زمانۂ خلافت میں غیر مسلم باشندے یعنی ذِمّی بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے تھے جس کے نتیجہ میں جزیہ کی رقم جو حکومت کی آمدنی کا ایک اہم عنصر تھی روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی۔ اہلکارانِ سلطنت نے ان کو اس خطرہ کی طرف توجہ دلائی اور تشویش کا اظہار کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا عین مقصد ہے۔ ایک دُوسرے عامل کو کہا کہ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوگی کہ سب غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور جزیہ کی آمدنی بند ہو جانے کی وجہ سے ہم تم دونوں کھیتی کر کے اور ہل چلا کر اپنا پیٹ بھریں۔

اُن کی خلافت سے قبل خلیفہ صرف حاکم و بادشاہ ہوتا تھا، اس کو لوگوں کے اعمال و اخلاق کی طرف توجّہ کرنے کی نہ فرصت تھی نہ اہلیت، یہ کام علماء و محدثین کا سمجھا جاتا تھا۔ عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے اس دُوئی کو مٹایا اور اپنے آپ کو حقیقی معنی میں خلیفہ ثابت کیا۔ اُنہوں نے زمامِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی عمّال، حکومت اور فوجی افسران کو جو خطوط اور فرمان جاری کیے وہ انتظامی سے زیادہ دینی اور اخلاقی ہیں اور اُن میں حکومت کی رُوح

Marfat.com

سے زیادہ مشورہ و نصیحت کی رُوح ہے۔ ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اہتمام کی تاکید کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ اس فریضہ کے ترک ہو جانے کے کیا نقصانات ہیں اور اس کا کیا وبال پڑتا ہے۔

انہوں نے دینی علوم کی تدوین اور سُنتوں کی احیا کی طرف بھی توجّہ کی۔ ابو بکر بن حزم جو ایک بڑے عالم تھے، اُن کو حدیث کی تدوین کی طرف توجّہ دلائی اور کہا:

"آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی جو کچھ حدیثیں تم کو ملیں، اُن کو تحریری شکل میں لے آؤ، اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علماء رخصت ہو جائیں گے اور علم مِٹ جائے گا"

انہوں نے صرف ابو بکر بن حزم پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ مشاہیر علماء اور عمّالِ سلطنت کو اس ضرورت کی طرف متوجّہ کیا اور گشتی فرمان جاری کیا۔

"رسول اللہ ﷺ کی احادیث ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کرو"

انہوں نے علماء کے وظائف مقرر کئے کہ وہ یکسوئی اور انہماک کے ساتھ علم کی اشاعت اور تعلیم کا کام کر سکیں۔ وُہ خود بڑے عالم تھے چنانچہ انہوں نے خود بھی فرائض و سنن کی تشریح کی طرف توجہ کی۔

انہوں نے صرف مسلمانوں کی اصلاح اور ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کی طرف بھی خصوصی توجہ کی اور اس میں اُن کو اپنے صدق و اخلاص کی برکت اور اپنی زندگی و عمل سے اسلام کی صحیح اور موثر نمائندگی کی وجہ سے بہت کامیابی حاصل ہوئی ۔ بلاذری نے "فتوح البلدان" میں لکھا ہے۔

"عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے راجاؤں کو سات

Marfat.com

خطوط لکھے اور اُن کو اسلام اور اطاعت کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کو اپنی سلطنتوں پر باقی رکھا جائے گا اور اُن کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں ان کے اخلاق و کردار کی خبریں وہاں پہلے ہی پہنچ چکی تھیں اِس لئے انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے نام عربوں ہی کے نام پر رکھے۔

اسی طرح اسماعیل بن عبداللہ بلادِ مغرب کے والی بنائے گئے تو انُہوں نے وہاں اپنے کردار و اخلاق کا بہت اچھا مظاہرہ کیا اور اہل بربر کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت عُمرؓ بن عبدالعزیز نے ان لوگوں کو ایک خط بھیجا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ خط اسماعیل نے مجمعوں میں پڑھ کر سنایا اور اسلام بالآخر وہاں غالب آیا۔ اُنہوں نے ماوراء النہر کے سلاطین کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھے اور خراسان کے جو لوگ اسلام لائے اُن سے خراج معاف کر دیا۔ لیکن جو لوگ اسلام لائے اور ساتھ ہی انہوں نے سرائیں تعمیر کیں، اُن کے لیے انعام اور وظائف مقرر کئے۔"

اُن کی مالی اصلاحات اور بندشوں اور نظام حکومت میں شرعی اور اخلاقی پابندیوں سے بجائے اِس کے کہ حکومت کو مالی خسارہ اور شہریوں کو نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، مُلک میں خوشحالی عام ہوگئی اور دولت کی وہ فراوانی ہوئی کہ زکوٰۃ قبول کرنے والا ڈھونڈھے سے نہیں ملتا تھا۔

Marfat.com

دراصل ان کی زندگی کا جوہر اور ان کی تمام سرگرمیوں اور جد و جہد کی رُوح اور قوتِ محرکہ اُن کا قوی ایمان، آخرت کا یقین اور رغبت کا شوق تھا۔ انہوں نے جو کچھ کیا، خدا کے خوف اور اس کی رضا کے شوق میں کیا اور یہی وہ طاقت تھی جو اپنے وقت کے اس سے بڑے طاقتور حکمران کو روئے زمین کی سب سے بڑی سلطنت کی ترغیبات اور وسائل کے مقابلے میں ثابت قدم رکھتی تھی۔ ان کو کوئی اگر اس طرزِ عمل کے خلاف نصیحت کرتا تو ہمیشہ یہ آیت پڑھ دیا کرتے تھے۔

اِنِّیٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ (الانعام ۱۵)

اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔

انہوں نے ایک موقع پر اپنے خادم سے کہا تھا کہ "اللہ نے مجھے بڑی حوصلہ مند طبیعت دی ہے جو مرتبہ بھی مجھے حاصل ہوا، میں نے اس سے بلند تر مرتبہ کی تمنا کی اور اب میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ کوئی مرتبہ باقی نہیں رہا، اب میری حوصلہ مند طبیعت جنت کی مشتاق و متمنی ہے"

عمرؒ بن عبدالعزیز کی وفات

اگر اللہ کو منظور ہوتا اور اُن کو اپنے کسی پیش رو کی مدّتِ خلافت مل جاتی تو پوری اسلامی مملکت میں گہرا اور دیرپا انقلاب ہو جاتا اور مسلمانوں کی تاریخ ہی دوسری ہوتی لیکن بنو امیہ جن کو اپنے اس فرد خاندان کی خلافت میں سب سے بڑی قربانی کرنی پڑی تھی وہ زیادہ دن تک اس مجاہدہ کو

Marfat.com

برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے جلد ہی اُن سے خلاصی حاصل کر کے مسلمانوں کو اس عطیۂ خداوندی سے محروم کر دیا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کل دو سال پانچ ماہ خلافت کر کے سنہ ۱۰۱ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس بات کے آثار و قرائن موجود ہیں کہ ان کے خاندان نے ان کو زہر دیا۔

(ماخوذ)

Marfat.com

ائمہ سلف اور باہمی احترام

تاریخ ابن عساکر میں یہ واقعہ منقول ہے کہ فتنۂ خلق کے رونما ہونے سے کچھ پہلے امام شافعیؒ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام شافعیؒ سے ارشاد فرمایا کہ امام احمد بن حنبلؒ کو اطلاع کردو کہ ان پر عنقریب ایک آزمائش آئے گی وہ ثابت قدم رہیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو حضرت شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ تک اپنے شاگرد امام ربیع کے ذریعہ بغداد پہنچایا۔ جس وقت امام احمد بن حنبلؒ کو حضورؐ کی اس تلقین اور ارشاد گرامی کی خبر ملی تو خوشی سے رونے لگے جب ذرا سکون ہوا تو امام احمد بن حنبلؒ نے ایسی دلنواز خبر لانے والے قاصد سے فرمایا کہ میرے پاس اس خوشخبری کے صلہ میں تم کو دینے کے لیے کچھ اور چیز نہیں ہے اس لیے میں اپنے جسم کا کرتہ دیتا ہوں۔ اسے خوشی سے قبول کرو۔ امام ربیع (شاگرد امام شافعیؒ) سے ملاقات ہوئی تو امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے ملاقات و خبر رسانی سے متعلق ان سے کوائف و احوال پوچھا، قاصد نے سب کچھ بتلایا۔ پھر پوچھا کہ تم کو اس عظیم خوشخبری کے سنانے کے سلسلہ میں کیا تحفہ ملا ہے؟ تو بتلایا کہ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ تحفہ میں دینے

Marfat.com

کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ صرف میرے جسم کا کرتہ ہے اسے قبول کرو۔ چنانچہ میں اس عظیم تحفہ کو لے آیا ہوں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا۔ واللہ لانفجعك بسوالہ ابداً ولکن بلّہ فی الماء وادفع الیّ غسالتہ۔ یعنی ہم اس متبرک کرتے کو مانگ کر تمہیں تکلیف نہیں پہنچائیں گے مگر یہ خواہش ہے کہ اس کرتے کو پانی میں ڈبو دو اور اس کا دھوون مجھے دے دو تاکہ میں اس سے برکت حاصل کر لوں۔

علامہ ابن الجوزی نے "صفوۃ الصفوۃ" میں نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے (صالح) روایت کرتے ہیں کہ میرے والد صاحبؒ رات میں بستر پر سونے سے پہلے کچھ دیر تک دعائیں کرتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ سونے سے پہلے بڑی دیر تک روزانہ کیا دُعائیں کرتے ہیں اور یہ دُعائیں کس کے لیے کر رہے ہیں؟ تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں یہ دُعا محمدؐ بن ادریس شافعیؒ کے لیے مانگتا ہوں۔ ان کی صحت و عافیتؐ ان کی درازیٔ عمر، ان کے فیوض علمیہ کے قیام و بقاء کے لیے دُعا مانگتا ہوں۔ پھر صاحبزادے نے اعتراض کیا کہ آپ کا مسلک و مشرب تو الگ ہے اور ان کا فقہی مکتبۂ فکر آپ سے مختلف ہے تو فرمایا، ہاں، اس کے باوجود ان کی صحت و عافیتؐ فیوض علمیہ کے قیام و بقاء کے لیے دُعا مانگتا ہوں کیونکہ ان کے علم سے دنیا کا کوئی مرد بشر مستغنی و بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ جس طرح طلوع آفتاب سے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا پوری خلق اس سے فیضیاب ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کا علمی مقام یہ ہے کہ پوری دنیا اس سے فیض اٹھانے پر مجبور ہے۔

Marfat.com

آج ہمارے ہم مسلک علماء خود آپس میں لڑتے ہیں۔ باہمی بغض و حسد اور عداوت کے تحت سب ایک دوسرے سے جلتے ہیں۔ ایک عالم اور ایک امام دوسرے عالم اور امام کی پگڑی اچھالتا ہے اپنے کو برتر اور دوسرے کو کمتر بتلاتے ہیں۔ اپنی زندگی برباد کرتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی دانشور امام کو اپنی زندگی کے اس طرز اور روش کا احساس ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولانا محمدؒ انور شاہ دیوبندیؒ نے اپنی اخیر عمر میں اس طرز عمل کا احساس فرمایا۔ اور بار بار اس جملہ کو دہرایا کہ ہائے ہم نے ساری عمر ضائع کردی اس فقرہ کو بار بار سن کر مولانا مفتی محمدؒ شفیع صاحب نے پوچھا کہ حضرت! آپ کی عمر کیسے ضائع ہوئی؟ فرمایا اسلام پر آئے ہوئے اصل خطرات کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہم صرف امام ابوحنیفہؒ کی تائید و توثیق اور ان سے مخالف رائے رکھنے والے علماء کی تردید و تنقید میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ تضیع عمر نہیں تو کیا ہے؟۔

(ہفت روزہ ایشیاء)

Marfat.com

بغداد کے دو داعی

شیخ عبدالقادر جیلانی رح

ولادت:- ۴۷۰ھ وفات:- ۵۶۱ھ

علامہ ابن جوزی رح

ولادت:- ۵۰۸ھ وفات:- ۵۹۷ھ

یہ دونوں باکمال ہستیاں ہم عصر ہیں۔ یہ دور مسلمانوں میں دینی اور اخلاقی انحطاط کا دور تھا جس کا سب سے بڑا مرکز بغداد تھا جو اُن دنوں سلطنتِ عباسیہ کا مرکزِ خلافت تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی دعوت اور مسلمانوں میں از سرِ نو ایمانی حرکت و حرارت اور توبہ و انابت کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے ان دو ہستیوں کو پیدا کیا جن کی ذات سے دین کو بڑی قوت حاصل ہوئی۔

ذوق و رجحانِ طبع کے اختلاف کے باوجود دونوں ہستیوں نے اپنے زمانہ میں مسلمانوں کی زندگی پر بڑا گہرا اثر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کو بڑا نفع پہنچایا۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت تھی کہ بغداد اُن کے قیام و دعوت کا مرکز تھا جو عالم اسلام کا مرکزِ اعصاب اور اُس کا علمی و سیاسی دار السلطنت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو خدمت کے لیے طویل عمر اور وسیع میدان بھی عطا فرمایا۔ دونوں اصحاب کا تعلق مذہب حنبلی کی فقہ اور

Marfat.com

اصول سے ہے۔

حضرت شیخؒ اُن درباری سرکاری علماء اور مشائخ کی پُر زور تردید اور پردہ دری فرماتے تھے جنہوں نے سلاطین اور ناخدا ترس حکام کی مصاحبت اختیار کی تھی اور اُن کی ہاں میں ہاں ملانا اُن کا شعار تھا جن کی وجہ سے ان سلاطین و حکام کو زیادہ جرأت اور بے خوفی پیدا ہو گئی تھی۔ ایک موقعہ پر اسی طبقہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

"اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو اُن سے کیا نسبت، اے اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنو! اے بندگانِ خدا کے ڈاکوؤ! تم کھُلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو۔ یہ نفاق کب تک رہے گا! اے عالمو اور اے زاہدو! شاہان و سلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہو گے کہ اُن سے دُنیا کا زر و مال اور اُس کی شہوات و لذت لیتے رہو۔ تم اور اکثر بادشاہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اُس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہیں۔ بارِالٰہا! منافقوں کی شوکت توڑ دے اور اُن کو ذلیل فرما اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور زمین کو اُن سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما۔"

خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے قاضی ابوالوفا یحییٰ بن سعید بن یحییٰ المظفر کو قاضی بنایا جو ابن المرجم الظالم کے لقب سے مشہور تھا۔ شیخؒ نے برسرِ منبر خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو اظلم الظالمین ہے، کل کو قیامت کے دِن تم اس رب العالمین کو ارحم الراحمین ہے، کیا جواب

Marfat.com

دو گے؟"

خلیفہ یہ سُن کر لرزہ براندام ہو گیا اور اس پر گریہ طاری ہو گیا اور اُس نے اسی وقت قاضی کو اُس کے عہدہ سے ہٹا دیا۔

آپ کی کرامات کی کثرت پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلامؒ اور امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ شیخؒ کی کرامات حدِّ تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔

شیخ عمر کیسانیؒ کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام قبول نہ کرتے ہوں، جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں اور فاسدالاعتقاد اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"دنیا ہاتھ میں رکھنا جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز، باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے)۔ دروازہ پر اُس کا کھڑا ہونا جائز، باقی دروازے سے آگے گھسنا نہ جائز ہے، نہ تیرے لئے عزت ہے۔"

علامہ ابن جوزیؒ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالسِ درس ہیں، جن میں خلفاء، سلاطین، وزرا اور اکابر علماء بڑے شوق اور اہتمام سے شرکت کرتے۔ ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی ایک ایک وعظ میں شمار کئے گئے۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے، وجد و شوق میں گریبان پھاڑتے، لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ توبہ کرنے والوں کا کچھ شمار نہ تھا۔ اندازہ کیا گیا ہے

Marfat.com

کہ بیس ہزار یہودی اور عیسائی آپ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے اور ایک لاکھ سے زائد آدمیوں نے توبہ کی۔

آپ نے اپنی مجالس وعظ میں بدعات اور منکرات کی کھل کر تردید کی۔ عقائد صحیحہ اور سنت کا اظہار کیا۔ سنت کو اُن کے مواعظ و درس اور تصنیعات سے بڑا فروغ ہوا اور خلیفہ وقت اور اُمرا بھی امام احمد بن حنبلؒ کے معتقد اور اُن کے مذہب کی طرف مائل ہو گئے۔

یُوں تو آپ کی متعدد تصانیف ہیں لیکن "تلبیسِ ابلیس" آپ کی نقاد طبیعت اور سلفی ذوق کا اصلی نمونہ ہے۔

اس کتاب میں آپ نے اپنے زمانہ کی مسلمان سوسائٹی کا جائزہ لیا ہے۔ اور مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر جماعت کو سنّت اور شریعت کے معیار سے دیکھا ہے اور اس کی کمزوریوں، بے اعتدالیوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کی ہے اور دکھایا ہے کہ شیطان نے کس کس طرح اس امت کو دھوکہ دیا ہے اور کن کن راہوں سے اس کے عقائد اعمال اور اخلاق میں رخنہ انداز کی ہے۔ انہوں نے کسی طبقہ اور کسی خاص شخص سے رعایت نہیں کی۔ اور کسی کو معاف نہیں کیا۔ اس میں علماء محدثین، فقہاء واعظین، ادبا اور شعراء سلاطین و حکام، عباد و زہاد، صوفیہ اہل دین اور عوام کی علٰحدہ علٰحدہ کمزوریاں، غلط رسومات و عادات، مغالطے اور بے اعتدلیاں بیان کی ہیں۔ یہ کتاب آپ کی وسعتِ نظر، زندگی سے واقفیت، باریک بینی اور دقیقہ رسی کا کامیاب نمونہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُنہوں نے شیطان کی نفسیات و سیاست کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور مذاہب کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقائد سے وہ بہت باخبر تھے۔

Marfat.com

حکام و امراء اور سلاطین کی ایک دوسری کمزوری اور مغالطے کا ذکر کرتے ہیں۔

معاصی پر اصرار کے ساتھ ساتھ اُن کو صلحا کی ملاقات کا بھی بڑا شوق ہوتا ہے۔ اور اُن سے وہ اپنے حق میں دُعائیں کرالیتے ہیں۔ شیطان ان کو سمجھاتا ہے کہ اس سے گناہوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔ حالانکہ اس خیر سے اس شر کا دفعیہ نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ ایک تاجر ایک محصول کرنے والے کے پاس آیا اور اُن سے واقعہ بیان کیا۔ مالک بن دینارؒ چُنگی والے کے پاس گئے اور اس تاجر کی سفارش کی۔ اُس نے آپ کی بڑی تعظیم کی اور کہا کہ آپ نے کیوں زحمت فرمائی وہیں سے کہلوا دیا ہوتا، ہم تعمیل کرتے۔ پھر اُس نے آپ سے دُعا کی درخواست کی آپ نے اس برتن کی طرف اشارہ کر کے (جس میں وہ چنگی کا ناجائز روپیہ وصول کر کے رکھتا تھا) فرمایا کہ اس برتن سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دُعا کرے۔ پھر فرمایا کہ میں تیرے حق میں کیا دُعا کروں۔ جبکہ ہزار آدمی تمہارے لئے بددعا کرتے ہیں کیا ایک آدمی کی سُن لی جائے گی اور ہزار کی نہ سُنی جائے گی۔"

ماخوذ

Marfat.com

۱۰

شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام

پیدائش ۵۷۸ھ بمقام دمشق
وفات ۶۶۰ھ

سلطان صلاح الدین کی مجاہدانہ کوششوں اور علمی اور دینی سرپرستی سے شیعی اثرات کے اضمحلال اور سنی العقیدہ سلاطین کے اثر سے علمی و عملی زندگی میں تازگی پیدا ہوئی۔ چنانچہ چھٹی صدی ہجری میں متعدد باوقار دینی شخصیتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے اپنے اپنے دائرہ میں دعوت و اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ اور حکومتوں اور زمانہ کے رجحانات کا مقابلہ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ باعظمت شخصیت شیخ الاسلام عز الدین عبد السلام کی ہے۔

جو اپنے علم و تقویٰ میں اور حق گوئی و بیباکی میں قرونِ اولیٰ کی یادگار تھے۔ آپ کی شخصیت شام میں سب سے بڑی دینی شخصیت تھی جس کا سلاطینِ وقت تک احترام کرتے تھے۔ بڑے بارعب و باوقار تھے اور کبھی کسی بادشاہ کے ہاں حاضری دینا گوارا نہ کیا۔ البتہ جب کبھی بادشاہِ وقت نے خود تشریف آوری کی درخواست کی تو تشریف لے گئے اور اس کو صحیح مشورہ دیا اور اس کی اور اسلام کی خیر خواہی میں کمی نہ کی

Marfat.com

سلطان الملک الاشرف (سلطان شام) نے اپنے سب سے بڑے عہدہ دار کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلایا کہ وہ عیادت اور دُعا کی درخواست کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ اُس کو ایسی نصیحت فرمائیں۔ جو کل خدا کے سامنے اُس کے کچھ کام آئے۔

شیخ نے سن کر کہا کہ یہ عیادت افضل عبادت ہے چنانچہ تشریف لے گئے۔ سلطان ان کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اِس سے پہلے سلطان کو غلط فہمی ہو گئی تھی اور عرصہ تک ان سے ناراض رہا تھا سلطان نے اس کی معافی چاہی اور کہا کہ آپ مجھے معاف فرما دیں، میرے لیے دعا بھی فرمائیں اور مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔

شیخ نے فرمایا کہ جہاں تک معاف کرنے کا تعلق ہے میں روزانہ سونے سے پہلے اللہ کے بندوں کو اپنی طرف سے معاف کر دیتا ہوں اور اس وقت سوتا ہوں جب کسی کے ذمہ میرا حق یا مطالبہ یا شکایت باقی نہیں رہتی اور میرا اجر مخلوق کی بجائے اللہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ باقی رہا دُعا تو میں سلطان کے لیے اکثر دعا کیا کرتا ہوں اِس لیے کہ اِس کی اصلاح میں اسلام اور مسلمانوں کی خیر ہے اللہ تعالیٰ سلطان کو ان امور کی بصیرت عطا فرمائے جن سے وہ خدا کے سامنے سُرخرو ہو۔ رہی نصیحت تو اب وہ سلطان کی آمادگی اور تقاضے کی وجہ سے فرض واجب ہو گئی ہے۔ مجھے یہ کہنا ہے کہ آپ کی فتوحات اور دشمنوں پر غلبہ کی دھوم ہے اس وقت حالت یہ ہے کہ تاتاری اسلامی ممالک میں گھستے چلے جا رہے ہیں ان کو اس بات سے شہ ملی ہے کہ آپ کو اس وقت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور مسلمانوں کے حریفوں سے جنگ کرنے کی فرصت نہیں۔ اس وقت آپ کا رُخ الملک الکامل کی طرف ہے اور آپ

Marfat.com

اُن کے مقابلے کے لیے پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں۔ الملک الکامل آپ کے بڑے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ میں صرف یہ عرض کرونگا کہ آپ اپنا رُخ اپنے بھائی کی طرف سے ہٹا کر دشمنانِ اسلام کی طرف پھیر لیں اور اس آخیر وقت میں رشتہ نہ توڑیں آپ اللہ کے دین کی مدد اور اس کی سربلندی کی نیت کریں اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرماتا ہے تو ہم اللہ سے کفار پر آپ کے غلبہ کی امید رکھتے ہیں اور آپ کے نامۂ اعمال میں یہ سعادت لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا کچھ اور فیصلہ ہے تو سلطان اپنی نیت کی برکت کے ساتھ دنیا سے بناتے ہیں۔

سلطان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بر وقت تنبیہ اور مخلصانہ مشورہ پر جزائے خیر عطا فرمائے اسی وقت حکم دیا کہ فوج کا رُخ بجائے مصر کے (جو الملک الکامل کی جانب تھا) تاتاریوں کی طرف کر دیا جائے اور فوج کوچ کر کے مقام قصیرہ میں پڑاؤ ڈالے چنانچہ فوراً اس کی تعمیل ہوئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ بادشاہ کا ارادہ اب تاتاریوں سے مقابلہ کرنے کا ہے۔

الملک الاشرف نے مزید نصیحت کی فرمائش کی۔ شیخ نے فرمایا کہ بادشاہ تو اس حال میں ہے اور اہل کارانِ سلطنت رنگ رلیاں کر رہے ہیں، شراب کے دَور چل رہے ہیں گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے، مسلمانوں پر نئے محاصل اور ٹیکس لگائے جا رہے ہیں۔ آپ کے لیے خدا کے حضور سب سے افضل عمل پیش کرنے کا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ان سب گندگیوں کو دُور کر دیں، یہ نئے نئے ٹیکس بند کر دیں اور تمام ظالمانہ کارروائیاں روک دیں اور اہل معاملہ کی دادرسی کریں۔ الملک الاشرف نے اسی

Marfat.com

وقت ان سب چیزوں کی ممانعت کے احکام جاری کر دیے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دینی خدمت اور خیر خواہی پر تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے۔

لیکن الملک الاشرف کے جانشیں صالح اسماعیل (ابوالجیش) نے الملک الصالح نجم الدین ایوب سلطان مصر کے مقابلے میں (جس کے شام پر حملہ کا خطرہ تھا) فرنگیوں سے مدد چاہی۔ جس سے شیخ کی طبیعت پر بادشاہ کی اس بے حمیتی اور اسلام کی اِس ذلت و بے بسی کا بڑا اثر ہوا اور انہوں نے بادشاہ کے لیے خطبہ میں دُعا ترک کر دی۔ اس کی بجائے وہ منبر پر بڑے جوش کے ساتھ دعا کرتے تھے کہ الہٰی! اسلام اور حامیانِ اسلام کی مدد اور نصرت فرما اور ملحدین اور دشمنانِ دین کو ذلت و نکبت نصیب فرما۔ تمام مسلمان بڑی رقت اور اثر کے ساتھ آمین کہتے تھے۔ حکومتی آدمیوں نے سلطان کو بڑھا چڑھا کر اس بات کی اطلاع دی جس پر شیخ کی گرفتاری کا فرمان جاری ہوا اور شیخ ایک عرصہ تک قید رہے اور کچھ عرصہ بعد دمشق سے بیت المقدس منتقل ہوئے۔

لیکن اِسی عرصہ میں مصری افواج آئیں۔ صالح اسماعیل کو شکست ہوئی، فرنگی افواج قتل و غارت ہوئیں اور شیخ صحیح و سلامت مصر روانہ ہو گئے۔

یہ زمانہ فرنگیوں کی ریشہ دوانیوں سے خالی نہ تھا ایک مرتبہ فرنگی افواج منصورہ تک پہنچ گئیں اور مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ شیخ شریک جہاد تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو استجابتِ دُعا سے نوازا تھا۔ ابن السبکی

Marfat.com

لکھتے ہیں کہ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، ہوا کا رخ بدل گیا۔ فرنگیوں کے جہاز ٹوٹ گئے اور اکثر فرنگی غرق ہو گئے اس زمانے میں تاتاری عالم اسلام پر جا بجا سے حملہ آور تھے۔ اسی اثنا میں انہوں نے مصر کا رخ کیا۔ تاتاریوں کی مسلمانوں پر جو ہیبت بیٹھی ہوئی تھی، مصر میں سراسیمگی پھیل گئی سلطان مصر اور اہل مصر کو مقابلہ کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ شیخ نے ہمت دلائی اور فرمایا کہ تم اللہ کا نام لے کر نکلو۔ میں فتح کی ضمانت کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے خزانہ میں روپیہ کم ہے، میں تجار سے قرض لینا چاہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ "پہلے اپنے محل کے جواہرات، اپنی بیگمات کے زیورات نکالو، ارکان سلطنت، امراء دربار اپنی بیگمات کے زیور حاضر کر دیں جو حرام ہیں۔ اس کے سکے ڈھلوائیں اور وہ لشکر میں تقسیم ہوں اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو قرض لیا جا سکتا ہے۔ شیخ کا اتنا رعب تھا کہ بادشاہ اور امرائے سلطنت نے بے چوں وچرا جواہرات اور زیورات شیخ کے سامنے حاضر کر دیے اور ان سے جنگ کے مصارف پورے ہو گئے اور سلطان مصر الملک المظفر سیف الدین نے مناسب سمجھا کہ وہ مصر میں مدافعت کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر شام میں تاتاریوں پر خود حملہ کرے۔ چنانچہ ۲۵ رمضان المبارک ۶۵۸ھ کو عین جالوت کے مقام پر تاتاریوں اور مصر کی اسلامی افواج کا مقابلہ ہوا اور سابق تجربوں کے بالکل خلاف تاتاریوں کو شکست فاش ہوئی وہ بری طرح سے بھاگے مصریوں نے ان کا تعاقب کیا اور کثرت سے ان کو قتل کیا اور بڑی تعداد گرفتار عین جالوت کے معرکہ کے بعد سلطان الملک الظاہر بیبرس نے متعدد بار تاتاریوں کو شکست دی

Marfat.com

اور سارے ملک شام سے ان کو بے دخل اور خارج کر دیا اور اس طرح یہ کہاوت غلط ثابت ہوئی کہ "تاتاریوں کی شکست ممکن نہیں"۔

۹ جمادی الاولیٰ ۶۶۰ھ کو ۸۳ سال کی عمر میں شیخ کی وفات ہوئی۔ یہ الملک الظاہر بیبرس کا دور تھا۔ جنازہ میں امرائے دربار، ارکانِ سلطنت اور افواجِ شاہی شریک تھیں۔ سلطان نے خود کندھا دیا اور دفن میں شریک ہوا۔ (ماخوذ)

Marfat.com

حاصل زندگی

حاتم اصمؒ جو مشہور بزرگ اور حضرت شفیق بلخی کے خاص شاگرد ہیں، ان سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتمؒ کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو؟ انہوں نے عرض کیا تینتیس ۳۳ برس سے - فرمانے لگے کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتم نے عرض کیا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں حضرت شفیق نے فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے میری تو عمر ہی تمہارے ساتھ ضائع ہو گئی۔

حاتم نے عرض کیا حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں۔ جھوٹ تو بول نہیں سکتا، حضرت شفیق نے فرمایا، کہ اچھا بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتم نے عرض کیا۔

۱ - میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے، اولاد سے، مال سے احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے نیکیوں سے محبت کر لی تاکہ میں جب قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی قبر میں جائے، اور مرنے کے بعد مجھ سے جدا نہ ہو، حضرت شفیق نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

Marfat.com

۲ - میں نے اللہ تعالےٰ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا واما من خاف مقام ربہ الآیۃ (والنازعات ع ۲) اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ میں نے جان لیا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد حق ہے، میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

۳ - میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے بہت محبوب ہوتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالےٰ کا ارشاد دیکھا۔ ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق (نحل ۱۳) جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے) یا تم مر جاؤ، بہر حال وہ ختم ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی اور پسند زیادہ آئی، وہ میں نے اللہ تعالےٰ کے پاس بھیج دی تاکہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔

۴ - میں نے ساری دنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے، کوئی حسب کی شرافت کی طرف، کوئی اور فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع ۲)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ

Marfat.com

پرہیزگار ہو، اس بنا پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تاکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک شریف بن جاؤں۔

۵ - میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں، بُرا بھلا کہتے ہیں، اور یہ سب کا سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر حسد آتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد دیکھا -

نحن قسمنا بینھم معیشتھم - الایۃ (زخرف ع ۳) دینوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے - تاکہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے لیتا رہے (سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہو ہی جائے گا) میں نے اس آیت شریفہ کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا - ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا - اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے وہ جس کے حصہ میں جتنا چاہے لگائے اس لیے لوگوں کی عداوت چھوڑ دی اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں ان کے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے - اس لیے اب کسی پر غصہ نہیں آتا -

۶ - میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے، کسی نہ کسی سے دشمنی ہے میں نے غور کیا تو دیکھا حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (فاطر ع ۱)

شیطان بے شبہ تمہارا دشمن ہے - پس اسکے ساتھ دشمنی رکھو (اس کو دوست نہ بناؤ) پس میں نے اپنی دشمنی کیلئے اسی کو چن لیا اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں - اس لیے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے اس کے دشمن

Marfat.com

ہونے کو فرمادیا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

۷۔ میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے اس کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے، پھر میں نے دیکھا تو اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود ع۔۱) "اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالےٰ کے ذمّہ نہ ہو" میں نے دیکھا کہ میں بھی انہیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں۔ جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمّہ ہے، پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لیے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کے ذمّہ تھی اس سے اپنے اقات کو فارغ کر لیا۔

۸۔ میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے۔ جو خود مخلوق ہے۔ کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے، کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے کوئی اپنے بدن کی صحّت اور قوّت پر (کہ جب چاہے جس طرح چاہے کمالوں گا) اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کیے ہوئے ہے جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں، میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ط (طلاق ع۱) "جو شخص اللہ تعالےٰ پر توکل (اور اعتماد) کرتا ہے پس اللہ تعالےٰ اس کے لیے کافی ہے" اس لیے میں نے بس اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیا۔

حضرت شفیقؒ نے فرمایا کہ حاتم، تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائے، میں نے توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا میں نے سارے خیر کے کام ان ہی آٹھ مسائل کے اندر پائے ہیں جو ان آٹھوں پر عمل کرلے اس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کر لیا۔

Marfat.com

سُلطان صلاح الدین ایوبیؒ

پیدائش ۵۳۲ھ
وفات ۲۷ صفر ۵۸۹ھ (بعمر ۵۷ سال)

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معجزہ اور اسلام کی صداقت اور ابدیت کی روشن دلیل ہے۔

ایک متوسط درجہ کے کرد شریف زادہ اور خاندانی سپاہی کی حیثیت سے اُن کا نشوونما ہوا۔ مصر کی فتح اور صلیبیوں کے مقابلہ میں میدان میں آنے سے پہلے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ کرد نوجوان بیت المقدس کا فاتح اور عالم اسلام کا محافظ ثابت ہوگا بڑے بڑے عالی نسب شرفا اور صلحا کے لیے قابلِ رشک ہے اور تاریخ میں وہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دے گا جس سے رُوحِ مُبارک ؐ تک کو شادمانی حاصل ہوگی لیکن جب اللہ تعالیٰ کو اُن سے کام لینا منظور ہوا تو اس کا غیبی سامان کر دیا گیا اُن کو اُن کے ولی نعمت سلطان نورالدین زنگی نے سخت اصرار و حکم سے مصر بھیجا۔ قاضی بہاؤالدین ابن شداد سلطان کے معتمد خاص لکھتے ہیں کہ "سلطان نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں بڑی ناگواری اور مجبوری سے مصر آیا۔ میرا مصر آنا بالکل میری مرضی سے نہیں ہوا۔ میرا معاملہ بالکل وہی ہے جس کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا۔

Marfat.com

ہے۔ وَعَسیٰ اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ مصر پہنچ کر جب صلاح الدین کے لیے میدان بالکل صاف ہو گیا اور مصر کی حکومت اُن کے ہاتھ میں آگئی (جو اُن دِنوں فاطمیوں کی مضبوط میں گرفت تھا) تو ان کی زندگی یکسر بدل گئی اور یہ خیال دل میں جم گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اُن سے کوئی بڑا کام لینا ہے اور اس کے ساتھ عیش و راحت کا کوئی جوڑ نہیں۔ چنانچہ خود اپنے اعمال پر بھی سخت پابندیاں عائد کیں اور اپنے ساتھیوں کے حق میں خود ایک مثال بنا۔ اپنی تمام کوششیں اس بات میں صرف کیں کہ ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم کرے جس میں کفار کو مُلک سے خارج کرنے کی پوری طاقت ہو۔ چنانچہ ایک موقع پر کہا "جب خدا نے مجھے مصر دیا تو میں سمجھا کہ فلسطین بھی مجھے دینا اللہ تعالیٰ کو منظور ہے"

سلطان کو جہاد سے عشق تھا۔ جہاد اُس کی سب سے بڑی عبادت، سب سے بڑی لذت اور رُوح کی غذا تھی۔ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا۔

حطّین کی فیصلہ کن جنگ۔

آخر مختلف جنگی کارروائیوں اور مقابلوں کے بعد وُہ معرکہ پیش آیا جو تاریخ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے اور جس نے فلسطین کی مسیحی سلطنت کا خاتمہ اور صلیبیوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جو سنیچر کے دن ۲۴ ربیع الثانی ۵۸۳ھ (۱۱۸۷ء) کو پیش آئی اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ ٹوٹی ہوئی صلیبوں اور کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں میں مُردوں کے ڈھیر اس طرح لگے تھے جیسے پتھر پر پتھر پڑے ہوں اور کٹے ہوئے

Marfat.com

سرزمین پر اس طرح بکھرے پڑے تھے جیسے خربوزوں کے کھیت میں خربوزے پڑے نظر آئیں (یروشلم و بیت المقدس) کا بادشاہ گائی اور اس کا بھائی ریجی نالڈ والی کرک کے علاوہ بے شمار بڑے بڑے عیسائی نائٹ گرفتار ہوئے۔ اس فتح کے ساتھ یہ واقعہ بھی تاریخ میں سلطان کی دینی حمیت اور قوتِ ایمانی کے طور پر یادگار رہے گا۔

"سلطان صلاح الدین نے (فتح کے بعد) اپنا خیمہ لڑائی کے میدان میں نصب کرایا اور حکم دیا کہ قیدی سامنے حاضر کیے جائیں۔ بادشاہ گائی اور ریجی نالڈ دونوں اندر لائے گئے۔ سلطان نے گائی کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور اسے پیاسا دیکھ کر ٹھنڈا پانی دیا۔ گائی نے پانی پیا اور بچا ہوا پانی کا کٹورا ریجی نالڈ والی کرک کو دیا۔ سلطان یہ دیکھ کر ناخوش ہوا۔ اور ترجمان سے کہا کہ گائی بادشاہ سے کہو کہ میں نے اس شخص کو پانی نہیں دیا ہے۔ یہ کہہ کر سلطان کھڑا ہوا اور ریجی نالڈ کے سامنے آیا اور اس سے کہا" سُن! میں نے تجھے قتل کرنے کی قسم دو مرتبہ کھائی تھی۔ ایک مرتبہ تو اس وقت جب کہ تو نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ دوسری مرتبہ اس وقت جب تو نے دھوکے اور دغا بازی سے حاجیوں کے قافلہ پر حملہ کیا تھا۔ دیکھ میں اب تیری بے ادبی اور توہین کا انتقام لیتا ہوں اتنا کہہ کر سلطان نے تلوار نکالی اور جیسا کہ عہد کیا تھا ریجی نالڈ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

قاضی ابن شداد کی روایت ہے کہ جب ان بیکس حاجیوں نے اس سے انسانیت اور شرافت کی درخواست کی تو اس نے گستاخانہ کہا کہ" اپنے محمدؐ سے کہو کہ تمہیں رہائی دیں"، یہ فقرہ جب سلطان کو پہنچا تو اس نے منت مانی کہ اگر یہ لوب اس کے ہاتھ آئے گا تو اپنے اپنے ہاتھ سے اسے قتل کریگا۔

Marfat.com

حطین کی فتح کے بعد وہ مبارک موقع جلد آگیا جس کی سلطان کو بے حد آرزو تھی یعنی بیت المقدس کی فتح اور اسی سال ۲۷ رجب ۵۸۳ھ کو سلطان بیت المقدس میں داخل ہوئے یہ حسن اتفاق ہے کہ بیت المقدس ۱۱۸۷ھ میں سلطان کے داخلہ کی تاریخ وہ ہے جس تاریخ کو رسول اکرمؐ کو معراج ہوئی تھی۔

حطین کی ذلت آمیز شکست اور بیت المقدس کے مفتوح ہونے سے یورپ میں پھر غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور سارا یورپ شام پر ابل پڑا۔ جس میں یورپ کے تمام مشہور جنگ آزما اور مشہور بادشاہ اور سپہ سالار تھے۔ فریڈرک شہنشاہ آسٹریا رچرڈ شیر دل شہنشاہ انگلستان، فرانس، صقلیہ، برگنڈی وغیرہ کے بادشاہ حملہ آور ہوئے۔ ان سب کے مقابلہ میں تنہا سلطان صلاح الدین تھا۔ لیکن پانچ سال کی مسلسل خون ریز خون آشام جنگوں کے بعد صلیبی صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور ۵۸۸ھ (۱۱۹۲ء) میں رملہ پر صلح ہوئی جس کے تحت بیت المقدس اور مسلمانوں کے مفتوحہ شہر اور قلعے بدستور ان کے قبضہ میں رہے ایک عیسائی مورخ نے صلیبی جنگوں کے نامبارک سلسلہ کے اختتام کا ذکر یوں کیا ہے۔ "جولائی ۱۱۸۷ء میں حطین پر مسلمانوں کی فتح سے قبل دریائے اردن کے مغرب میں مسلمانوں کے پاس ایک انچ زمین نہ تھی ستمبر ۱۱۹۲ میں جب رملہ پر صلح ہوئی تو صور سے یافا تک سارا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔

پاپائے روم کی فریاد سن کر کل مسیحی یورپ نے ہتھیار اٹھائے تھے کہ بیت المقدس پر اپنا قبضہ بحال کیا جائے۔ لیکن انجام کیا ہوا۔ اسی

Marfat.com

دوران قیصر فریڈرک انتقال کر گیا۔ انگلستان اور فرانس کے فرماں روا ناکام اپنے اپنے ممالک کو واپس لوٹے۔ اور ان کے بڑے بڑے شریف اور معزز ساتھی ارضِ فلسطین میں خاک کا پیوند ہوئے۔ لیکن بیت المقدس سلطان صلاح الدین کا رہا۔"

صلیبیوں کو شکست دینے سے قبل سلطان صلاح الدین کا عظیم کارنامہ مصر میں فاطمی حکومت کا خاتمہ ہے یہ خاندان مصر پر ۲۹۹ھ سے ۵۶۷ھ مسلط رہا۔ ۲۶۸ سال کا یہ تمام دَور اسلام کے لیے ابتلا کا دَور تھا جس میں مسلسل شریعت و سُنت اور عقائد و اخلاق کے ساتھ تمسخر و استہزا جاری رہا۔ اہل سُنّت اور اہل علم مقہور و مغلوب رہے اور اوباش مزاج اور بددین غالب و جاری رہے۔

فاطمی خاندان باطنی عقائد کے حامل اور سُنت و شریعت کے سخت دشمن تھے۔ شامی حدود پر بسنے والے کوہستانیوں، نصیریوں اور دروزیوں کے عقائد الٰہی کے اثر سے خراب ہوئے۔ حشیشی انہی کی ایک قسم ہیں۔ اِن اسماعیلیوں کے مبلغین کا اثر کوہستانیوں کے اندر اُن کی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے ہُوا وہ دوسروں میں نہ ہو سکا۔ (یہ عناصر آج بھی ملت اسلامیہ کے لیے سخت آزمائش کا باعث ہیں) انہی کے دَورِ حکومت میں صلیبیوں نے بیت المقدس شام اور جزیرہ کے اکثر شہروں پر قبضہ کیا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا کہ عماد الدین زنگی نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہد سامنے آئے اور اولاً فاطمیوں اور بعدہٗ صلیبیوں کا عبرتناک انجام واقع ہُوا۔

(ماخوذ)

Marfat.com

عظمتِ ماضی کی ایک جھلک

یہ ۲۷۹ھ کی ایک خوشگوار صبح تھی۔ یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب شمالی افریقہ پر بنو اغلق کی حکمرانی تھی تیونس کی اس بندرگاہ پر بے پناہ لوگوں کا ہجوم تھا شاید بنی نوع انسان کا اتنا جم غفیر اس سے بیشتر اس مقام پر کبھی بھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا ہر کس و ناکس اپنی محبوب اور قابل تکریم ہستی کی صرف ایک جھلک دیکھنے کے لیے چشم براہ تھا۔ یہ عظیم شخصیت قاضی ابو عمر محمدؒ کی تھی۔ جن کی ہر دلعزیزی انصاف پسندی، خدا ترسی، منکسر المزاجی اور سادگی نے مملکت میں بے شمار پرستار پیدا کر دیئے تھے۔

قاضی ابو عمر محمد کافی عرصہ تک تیونس میں قاضی کے فرائض سر انجام دیتے رہے تھے اور ان کی بے خوف فرائض کی ادائیگی کے پیش نظر انہیں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کے عہدے پر ترقی دے کر سلی کے جزیرے میں تعینات کیا جا رہا تھا اور ان کے قدر دانوں کا سیل رواں انہیں الوداع کہنے کو بندرگاہ پر اکٹھا ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے اپنے مداحوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرط عقیدت اور رحمت خداوندی سے ان کا سر ذات باری کے حضور میں جھک گیا جس نے انہیں اتنی عزت عطا فرمائی تھی۔ جہاز پر سوار ہونے سے بیشتر انہوں نے رخصت کرنے والوں سے مختصر سا خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں آپ لوگوں کا بے حد مشکور ہ

Marfat.com

ممنون ہوں کہ دُور دراز کا سفر کر کے مجھے رُخصت کرنے کی خاطر یہاں تشریف لائے۔ موقع کی مناسبت سے میں آپ کو اپنا گواہ بنا رہا ہوں تاکہ آپ لوگ بوقت ضرورت میری گواہی دے سکیں۔ اس وقت میری ہمسفر صرف چار اشیاء ہیں یہ جشن جو میرے قریب کھڑی ہے۔ میری لونڈی ہے۔ اس کے پاس میرا ایک کمبل اور ایک چوغہ ہے۔ اس بڑے تھیلے میں میری کتابیں ہیں جو میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں اور ہر مشکل اور کٹھن وقت میں میرے لئے مشعل راہ ایک بہترین مددگار سچا دوست اور قابل اعتماد ساتھی ثابت ہوئی ہیں۔ یہی سب کچھ میری کل متاع ہے جسے لے کر میں سسلی جا رہا ہوں۔ اگر زندگی نے وفا کی تو آپ لوگ دیکھ لیں گے انشاء اللہ یہی اشیاء میرے ساتھ ہوں گی۔ اور اگر آپ سمجھیں کہ میں نے دنیاوی لالچ میں پھنس کر اور اپنے دین کو کھو کر عیش و عشرت کی زندگی کو ترجیح دی ہے اور ان اشیاء کے علاوہ اور بھی دنیاوی چیزوں کے انبار جمع کر لئے ہیں تو میرا گریبان اور آپ کا ہاتھ ہو گا۔ آپ سب لوگ میرے لئے دُعا کریں کہ ذات باری تعالیٰ مجھے میرے ارادوں میں استحکام بخشے اور مجھے نیک اعمال اور دین کی حدود میں رہ کر انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قاضی صاحب کا جہاز سسلی کے جزیرے پر لنگر انداز ہوا تو فضا خوشی کے شادیانوں سے گونج اٹھی۔ یہاں بھی ان کا خیر مقدم کرنے والوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ انہیں نہایت فقید المثال طریقے سے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ آخر کیوں نہ ہوں۔ قاضی صاحب آؤ بھگت سے دل ہی دل میں بہت خجل ہو رہے تھے اور لوگ تھے کہ ان کے منع کرنے کے باوجود ان پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ خدا خدا کر کے وہاں سے ان کی گلو خلاصی ہوئی اور انہیں رہائش گاہ پر پہنچایا گیا۔ قاضی صاحب نے ایک نگاہ اس عظیم الشان اور خوبصورت محل پر ڈالی جسے

Marfat.com

ان کی رہائش گاہ بتلایا گیا تھا تو دنگ رہ گئے۔ سخت شش و پنج میں پڑ گئے۔ بڑی بے اطمینانی سے عمارت میں داخل ہوتے اور اس کی سجاوٹ اور دیدہ زیبی کو دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں یکے بعد دیگرے تمام کمروں کا چکر لگایا اور کچھ کبیدہ خاطر ہو گئے۔ سب کمرے انتہائی قیمتی فرنیچر اور خوبصورت قالینوں اور پردوں سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اس کے علاوہ وہاں پر ملازمین کی ایک فوج کی کھڑی تھی۔

یہ سب دیکھ کر نہایت ملول و آزردہ خاطر ہوئے۔ خاص طور پر جب انہیں یہ بتایا گیا کہ ان تمام ملازمین کے اخراجات کا بوجھ ان پر نہیں بلکہ سرکاری خزانے پر پڑے گا تو ان کی روح تکلیف سے تڑپ اٹھی وہ ذاتی طور پر بہت ہی سادہ مزاج اور مختصر ضرورتوں کے مالک تھے۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہنے والے، اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے والے خوف خدا سے لرزاں و ترساں رہنے والے، ہمہ وقت روز قیامت سے ڈرنے والے وہ بھلا ان لوازمات سے کیونکر خوش ہو سکتے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ان کی آنکھیں آبگیں ہو گئیں۔

انہوں نے اسی لمحہ فیصلہ کیا کہ یہ محل جو انہیں مہیا کیا گیا ہے۔ ان کی ضرورتوں سے بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس محل میں رہائش پذیر ہونے سے انکار کر دیا اور خواہش ظاہر کی کہ ان کے لئے ایک چھوٹا سا صاف ستھرا مکان تلاش کیا جائے۔ نوکروں کی فوج کو یہ کہہ کر فارغ کر دیا کہ ان کے گھریلو کام بہت معمولی نوعیت کے ہیں۔ قاضی صاحب کی بے نیازی سادہ طبعیت اور خدا پرستی کو دیکھ کر سب لوگ انگشت بدنداں رہ گئے ان کے فرائض منصبی سنبھالتے ہی سسلی میں دھوم مچ گئی ہر طرف قاضی صاحب

Marfat.com

کے عدل و انصاف کے چرچے ہونے لگے۔ جرائم پیشہ لوگ اور ان کی اعانت کرنے والے صاحب استعداد صاحبان کی راتوں کی نیندیں غائب ہوگئیں۔ کیونکہ وہ شخصیات اور ان کے اثر و رسوخ کو مدنظر رکھنے کی بجائے انصاف کے ترازو پر پورے اترنے والے فیصلے صادر فرماتے اور غبی بدکردار اور مجرم پیشہ لوگوں کی طنابیں کسی جانے لگیں۔ انہوں نے قاضی صاحب کے خلاف طرح طرح کی بے بنیاد افواہیں پھیلانا شروع کیں۔ مگر سچائی اور عدل و انصاف کے راستے پر گامزن ایمان کی روشنی سے منور دل لئے ہوئے قاضی صاحب کو بھلا کس کا خوف تھا، جو شخص خوف خدا کے سوا کسی اور چیز کو خاطر میں نہ لائے۔ وہ بھلا ان دنیاوی جھمیلوں سے کیونکر دب سکتا ہے۔ ان تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود انہوں نے سچ اور راستی کا دامن نہ چھوڑا وہ جانتے تھے کہ خدا انصاف کرنے والوں کو بہت عزیز رکھتا ہے۔ چنانچہ ان پر آشوب حالات میں بھی ان کے پایۂ استقلال میں کوئی ڈگمگاہٹ پیدا نہ ہوئی۔ ان کا دل دنیاوی آسائشوں کے حصول کے لیے بھی بالکل نہ مچلا۔

پہلی تنخواہ لینے کا وقت آیا تو وہ سوچ میں پڑ گئے۔ جو مشاہرہ انہیں پیش کیا جا رہا تھا وہ ان کی ضروریات سے کہیں زیادہ تھا۔ کافی سوچ و بچار کے بعد انہوں نے اس میں سے ایک رقم اپنے پاس رکھ کر بقایا لوٹا دی اور کہا میں ایک سادگی پسند اور خدا سے ڈرنے والا شخص ہوں۔ اتنی بڑی رقم لے کر بھلا کیا کروں گا۔ مجھے فقط دو وقت پیٹ بھر کر روٹی میسر آجائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں گا۔ یہ رقم جو میں نے اپنے پاس رکھی ہے میری روزمرہ کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کافی ہے۔ آئندہ بھی مجھے اسی کے مطابق ہر ماہ مشاہرہ دیا جاتے میں دنیاوی آرائشوں اور دلچسپیوں میں پھنس کر اپنے

Marfat.com

فرض کی ادائیگی اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے احکامات و تعلیمات سے غافل نہیں ہونا چاہتا۔

وہ اس کے بعد کافی مدّت تک سسلی میں اسی عہدہ پر فائز رہ کر اپنے فرائض انجام دیتے رہے اور پھر یکایک ان کا دل روزمرّہ کے جھمیلوں دنیاوی کاموں سے گھبرا گیا۔ لوگوں کی بے حد سفارشیں مجرموں کی پشت پناہی کرنے والے حضرات کے سبز باغ طرح طرح کے جھانسے لالچ اور دھمکیاں سن سن کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ واپس تیونس کا رُخ کریں۔ کافی سوچ بچار کے بعد استعفیٰ پیش کر کے واپسی کا قصد کیا۔

تیونس کی وہی بندرگاہ تھی اور اتنا ہی جم غفیر خوش آمدید کہنے کے لئے جمع ہوگیا تھا۔ سسلی کے قاضی القضاۃ کی آمد آمد تھی اور لوگ نہایت پُراشتیاق نگاہوں سے جہاز کی طرف دیکھ رہے تھے جس میں سے قاضی القضاۃ کو برآمد ہونا تھا ہجوم بالکل ساکت اور خاموش اپنی محترم اور قابل قدر شخصیت کا منتظر تھا۔ یکایک وہ جہاز کے عرشے پر نمودار ہوئے۔ مسکرا کر اپنے استقبال کے لئے آئے ہوئے عقیدت مندوں کے جذبات کا شکریہ ادا کیا اور اپنے تلے قدموں سے جہاز کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئے نیچے پہنچتے ہی لوگوں نے فرطِ عقیدت سے انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔

انہوں نے اِستقبال کے لیے آنے والے عقیدت مندوں کا شکریہ ادا کیا اور ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ میرے عزیزو! کچھ عرصہ پیشتر جب میں یہاں سے رخصت ہوا تھا تو آپ کو گواہ بنایا تھا۔ اور آپ نے روانگی کے وقت میری کل کائنات اور اثاثہ کا ملاحظہ بھی کیا تھا جو ایک کمبل ایک چوغے اور کتابوں کے ایک تھیلے پر مشتمل

Marfat.com

تھا اس کے علاوہ ایک لونڈی بھی میرے ہمراہ تھی۔ آج میں جب واپس آیا ہوں تو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ میری اس کائنات میں رتی برابر بھی اضافہ نہیں ہوا جو چیزیں یہاں سے لے کر گیا تھا وہی لیکر واپس آیا ہوں۔ میں آپ کو پھر گواہ بناتا ہوں کہ اس عرصے میں میں نے اپنی ضروریات زندگی سے زیادہ نہ تو کوئی اثاثہ بنایا ہے اور نہ ہی اپنی جسمانی ضرورتوں سے زیادہ کھایا۔ جائی دفعہ میں نے آپ لوگوں سے جو وعدہ کیا تھا اسے میں نے وفا کر دکھایا ہے حالانکہ ایسا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا مگر خدا کا فضل شامل حال رہا مجھے ہر لمحہ ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی حاصل رہی اور میں اپنے فرائض کو کامیابی سے نبھا کر آج آپ کے سامنے سرخ رو ہوں۔ بخدا اسلام کے قوانین کی روشنی میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں بہت لطف آتا ہے اور اسی لطف نے میری زندگی کو جاوداں بنا دیا ہے۔

Marfat.com

۱۴

تلاوتِ قرآن کا اعجاز

رات کا بھیانک سناٹا گھپ اندھیرا، ہاتھ کو ہاتھ بھی سجھائی نہیں دیتا، ہر طرف سکوت چھایا ہُوا اور خوف بھی! اندھیری راتیں خوفناک ہی ہوتی ہیں، عربی زبان میں نیند کو "موت کی بہن" کہا جاتا ہے —— شہر کے گھرانوں میں لوگ لمبی تان کر سو رہے تھے، اس لیے سارے شہر پر موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی جب رات کو بستیوں میں لوگ سو جائیں تو شہر کی فضا گورِ غریباں کی طرح خاموش اور اداس بن جاتی ہے۔ امیروں اور دولت مندوں کے کسی محل میں اِکّا دُکّا شمع جل رہی تھی اور بعض غریبوں کے یہاں رات تو آتی ہے مگر ان کے مکان "شبستان" نہیں بننے پاتے! —— رات کے اس سناٹے میں ایک مشہور ڈاکو اپنے گھر سے چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لیے چلا۔ گٹھا بدن، گھنی داڑھی، ستواں ناک، مختلف قسم کے ہتھیاروں سے جسم سجا ہُوا کہ نہ جانے کس موقع پر کس ہتھیار کی ضرورت پڑ جائے۔ مقابل ذرا دُور کے فاصلے پر ہو تو لمبے نیزے کی انی سے کام لیا جا سکتا ہے۔ قریب ہو تو پیش قبض کے ایک ہی وار میں، ابھی سب کچھ، ابھی کچھ نہیں وہ . . . . . کو سیج کر کے دکھا سکتا ہے۔

Marfat.com

اندھیری راتیں چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کو بہت راس آتی ہیں۔ ڈاکو اور چور اندھیری راتوں کی تمنا کرتے رہتے ہیں تاکہ انہیں کھل کھیلنے کا موقع ملے اور رہنے والوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر وہ گھروں کا صفایا کرتے رہیں! ——— یہ آزمودہ کار ڈاکو شہر کی سنسان گلیوں سے گزر رہا تھا۔ گھروں کو تاکتا ہوا۔ ڈاکے اور چوریوں کے نہ جانے کتنے بہت سے تجربے اس کی نگاہوں میں غلطاں تھے۔ بڑے بڑے شہ زوروں اور مارتے خاں سورماؤں سے اس کا سابقہ پڑا تھا اور بڑے بڑوں کو اس نے نیچا دکھایا تھا، اس کی چمکتی ہوئی تلوار کے سامنے وہی ٹھہر سکتا ہے جس نے ہیچ مچ اپنا سر ہتھیلی پر دھر لیا ہو اور مال و زر کی حفاظت کی خاطر جان کی بھی پروانہ کرتا ہو! ——— یہ ڈاکو ایک مکان میں داخل ہوا جس کا خاصہ اونچا دروازہ تھا، بڑی حویلی کے پھاٹک کی طرح اونچا اور چوڑا، دروازے کی درازوں پر پیر رکھتا ہوا وہ چھت پر پہنچا، وہاں سے سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترا۔ مکان کے صحن میں گھپ اندھیرا، مگر مکان کے اندر چراغ جل رہا تھا، ڈاکو آگے بڑھا، اس کے کانوں میں آواز آئی جیسے کوئی کچھ پڑھ رہا ہو یہ بول اچھے معلوم ہوئے وہ توجہ کے ساتھ کان لگا کر سنتا رہا۔ پڑھنے والے کی آواز کبھی کبھی خاصی بلند ہوں جاتی تھی وہ بڑے ذوق شوق سے قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا تھا، ڈاکو نے تلوار زمین پر رکھ دی وہ کواڑ کے سہارے اکڑوں بیٹھ گیا، جیسے وہ کچھ دیر کے لئے اپنا ڈاکو ہونا بھول گیا ہو ——— اور پڑھنے والے نے جب قرآن کی آیت پڑھی جس کا مفہوم اور مطلب یہ تھا ——— "کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ لوگ توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع ہوں"؟ . . . تو وہ ڈاکو بے اختیار چیخ

Marfat.com

اٹھا " خدا کی قسم وقت آگیا، وقت آگیا"۔ اس کی آواز گلوگیر ہو گئی اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو برسنے لگے۔ وہ اسی عالم میں اپنے گھر کو واپس ہوا، خالی ہاتھ، نہ درہم و دینار کی تھیلی نہ جڑاؤ زیورات نہ قیمتی کپڑے۔ مگر آج کی برابر وہ کسی دن بھی اتنا مالدار اور دولت مند ہو کر گھر واپس نہیں ہوا! آج اس کے دامن میں نیکوکاری اور انابت و توبہ کی دولت تھی! اس نے توبہ کی اپنے مالک کے سامنے گڑگڑایا اور عہد کیا اچھی زندگی گزارنے اور پاکبازی بننے کا اور اس نے جو کچھ کہا اسے پورا کر کے دکھایا! وہ چند دن ہی میں معاشرے کا قابلِ فخر مرد بن گیا۔ یہاں تک کہ نیکی تو اس کے نام سے پہچانی جانے لگی اور۔ اسلامی تاریخ میں اس کو " حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ" "گورِ شب چراغ" ہم پر اس نیک انسان کا پرچھاواں بھی پڑ جاتے تو ہم پاک ہو جائیں۔

Marfat.com

۱۵

بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

عراق میں واقع مسلمان پاک وہی شہر ہے جسے تاریخ قدیم میں مدائن کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ شہر دریائے دجلہ کے کنارے بغداد سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس شہر میں کسریٰ کا وہ محل ابھی تک موجود ہے جو آج سے قریب دو ہزار برس قبل تعمیر ہوا تھا یہ محل شہنشاہ یزدگرد نے تعمیر کرایا۔ حکومت عراق نے ایک اور قابل تعریف کام یہ کیا ہے کہ اس نے اسی شہر میں ایک وسیع نمائش گاہ (پینوراما تھیٹر) بنوائی ہے جس میں جنگ قادسیہ کی یاد میں اس کے تمام مناظر تاریخ اور تخیّل کی مدد سے دکھائے گئے ہیں۔ جنگ قادسیہ اسلامی فوجوں اور ایرانی فوجوں کے درمیان ۶۳۷ بعد مسیح میں لڑی گئی تھی۔ ایک طرف جناب ابی وقاص رض فوجوں کی کمان کر رہے تھے تو دوسری طرف ایرانی سپہ سالار رستم تھا۔ حکومتِ عراق نے اس نمائش گاہ کی تعمیر پر ۲۵ کروڑ روپیہ صرف کیا ہے اور قریب چھ ہزار مزدوروں اور کاریگروں نے اس کی تعمیر میں حصّہ لیا۔

اس نمائش گاہ کی بلند و بالا دیواروں پر جنگ قادسیہ کے مناظر اس طرح دکھائے گئے ہیں گویا واقعی جنگ آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہو۔ جنگ کے یہ مناظر کوریا کے مصوّروں نے عراقی فنکاروں کی مدد سے کھینچے ہیں، رات کے وقت ان پر روشنی پڑتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا حقیقت سامنے آن کھڑی ہوتی ہے۔ اور

Marfat.com

آدمی قلعہ کی دیوار سے سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ یہ پینوراما تھیٹر اپنی نوعیت کا دنیا بھر میں انوکھا ہے، اس جیسی نمائش یا تو روس میں موجود ہے یا شمالی کوریا میں۔

صحابہ کرامؓ کے مزار

اسی شہر یعنی سلمان پارک میں حضرت سلمان فارسیؓ کا مزار ہے۔ حضرت فارسیؓ کے مزار پر سالانہ عرس لگتا ہے جس میں اعیان حکومت اور عوام پیدل چل کر آتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار سے قریب ہی دو اور صحابہؓ کے مزار ہیں۔ ایک حضرت حذیفہؓ ہیں اور دوسرے جابر بن عبداللہؓ ان کے مزار قبل ازیں دجلہ کے قریب واقع تھے۔ لیکن بعد میں ان کو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ منتقلی کا یہ واقعہ بجائے خود حیرت انگیز ہے۔

۱۹۳۲ء میں عراق کے شاہ فیصل اوّل نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حذیفہؓ اسے فرما رہے ہیں کہ مجھے اور جابر بن عبداللہؓ کو یہاں سے کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کر دو کیونکہ دریا اپنا راستہ بدل رہا ہے اور اس کا پانی ہماری قبروں تک پہنچ گیا ہے۔

بادشاہ نے یہ خواب دیکھا لیکن اس کی کوئی تعبیر اس کی سمجھ میں نہ آئی اس لیے اس نے اس طرف توجّہ کی۔ دوسری رات اسے پھر یہی خواب آیا کہ حضرت حذیفہؓ فرما رہے ہیں کہ ہمیں جلدی سے یہاں سے منتقل کر دو۔ لیکن بادشاہ کی سمجھ میں پھر بھی کوئی بات نہ آئی، تیسری رات یہی خواب مفتی اعظم عراق کو آیا۔ مفتی اعظم نے دیکھا کہ حضرت حذیفہؓ اس سے فرما رہے ہیں کہ میں دو دنوں

Marfat.com

سے بادشاہ سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے اور جابر بن عبداللہؓ کو یہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کر دو لیکن بادشاہ نے کوئی توجہ نہیں کی اس لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ بادشاہ کو توجہ دلاؤ کہ ہمیں جلدی سے یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

مفتی اعظم عراق یہ خواب دیکھتے ہی وزیر اعظم عراق (نوری سعید پاشا) کے پاس پہنچے اور اسے ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس گئے اور اپنا خواب اسے بتایا شاہ فیصل نے کہا یہی خواب مجھے بھی آیا ہے۔ اور میں اسے مسلسل دو رات دیکھتا رہا ہوں۔

حضرت حذیفہؓ کے ارشاد پر سب غور کرتے رہے۔ شاہ فیصل نے مفتی اعظم سے کہا کہ آپ مجھے مزار کھولنے کا فتویٰ دے دیں تو میں اس کا حکم دے دوں گا۔ چنانچہ مفتی اعظم عراق نے تحریری فتویٰ دیا تو بادشاہ نے فرمان جاری کیا کہ عیدالاضحیٰ (جو قریب ہی تھی) کو ظہر کے بعد دونوں صحابہ کرامؓ کے مزار کھولے جائیں گے۔

یہ فرمان جونہی جاری ہوا سارے عالمِ اسلام میں اس کی خبر پھیل گئی۔ اِدھر حج کا موسم بھی شروع ہو چکا تھا۔ یہ خبر ملتے ہی تمام زائرین حج کی جانب سے بھی شاہ فیصل سے استدعا ہونے لگی کہ مزاروں کے کھولنے کو دو چار روز کے لیے مزید موخر کر دیا جائے تاکہ اہلِ شوق بھی مناسکِ حج سے فارغ ہو کر تدفین جدید صحابہؓ کی تقریب سعید میں شریک ہو سکیں۔ لیکن یہ درخواست صرف زائرین حج ہی کی نہیں تھی بلکہ پورے عالمِ اسلام سے ہو رہی تھی شاہ فیصل کی خدمت میں مصر، شام، لبنان، ترکی، فلسطین، ایران، روس اور ہندوستان سے اس مضمون کے تاروں کا تانتا بندھا ہوا تھا جن میں درخواست کی گئی کہ صحابہ کرامؓ کی تدفین

Marfat.com

نو کی تقریب کو اتنا موخر کر دیا جائے کہ ہر ملک کے اہل شوق بھی اس تقریب سعید میں شریک ہو سکیں۔ اس پر شاہ فیصل نے دوسرا فرمان جاری کیا اور مزاروں کے کھولنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تدفین نو کی تاریخ حج کے دس روز بعد مقرر کر دی گئی۔ اس دوران میں دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما کے مزاروں کے گرد کچھ ایسے انتظامات کر دیئے گئے کہ دریا کا پانی ان میں رستا بند ہو جائے۔

صحابہ رضی اللہ عنہما کے مزاروں کا کھولے جانا

یہ سوموار کا دن تھا۔ نماز ظہر کے بعد مسلمانوں کے اجتماع عظیم کے سامنے مزاروں کو کھولا گیا۔ یہ دیکھ کر سب کو حیرت ہوئی کہ قبور کے اندر پانی واقعتہ رسنا شروع ہو گیا تھا کیونکہ دجلہ مزاروں سے قریب دو فرلانگ کے فاصلے تک پہنچ گیا تھا۔

جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کے لیے یہ چیز معجزے سے کم نہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کفن اسی طرح صحیح حالت میں تھے اور وہ نہ میلے ہوئے تھے نہ ان پر بوسیدگی طاری ہوئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی داڑھیاں بھی اپنی اصلی حالت میں تھیں حالانکہ اس کو دفن ہوئے تیرہ صدیاں گزر چکی تھیں اس سے بھی حیرت انگیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں کی چمک تھی۔ وہ کھلی ہوئی تھیں اور یوں معلوم ہوتا تھا گویا استداد وقت بھی ان کی دمک کو ماند نہ کر سکا تھا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر اپنی نگاہیں اور سر جھکا لئے۔ اس موقع پر کئی نامی ڈاکٹر بھی موجود تھے۔ لیکن سب پر حیرت سے سکوت طاری تھا۔ اور وہ اس کرشمے کی کوئی توجیہہ نہ کر سکے تھے۔ انہی لوگوں میں ایک جرمن ماہر چشم بھی تھا۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہما کی آنکھوں کی چمک دیکھ رہا تھا اور مہر بلب تھا۔ پھر وہ مفتی اعظم

Marfat.com

عراق اور وزیراعظم نوری سعید کی طرف بڑھا اور دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔ اسلام کی سچائی کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں حضرات تیرہ صدیاں قبل فوت ہوئے تھے لیکن ان کے جسد آج بھی اس طرح تروتازہ ہیں گویا آج فوت ہوتے ہیں۔ میں اسلام کی حقانیت کا چشم دید گواہ ہوں اور آج سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔

مزاروں کو کھولنے کے وقت شاہ فیصل، اس کے تمام اعیان حکومت اور دنیا بھر کے سفراء اور متعدد مسلم ممالک کے سربراہان موجود تھے۔ اس موقع پر ہجوم کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ اس لیے ایک خصوصی کرین کے ذریعے صحابہ کرامؓ کے اجساد کو اٹھایا۔ پہلے حضرت حذیفہؓ کو پھر حضرت عبداللہؓ کو اٹھایا اٹھایا گیا۔ ان کے جنازوں کو شاہ فیصل کے علاوہ تمام موجود مسلم سربراہان اور مفتی اعظم عراق نے کندھا دیا۔ ان کے لیے شیشے کے تابوت بنوائے گئے تھے۔ دونوں کے اجساد کو بڑے احترام کے ساتھ ان میں رکھا گیا۔

بے پناہ ہجوم ہونے کی وجہ سے ایک جرمن فلم کمپنی نے ایک بلند چوکور آہنی ڈھانچہ کھڑا کر دیا تھا جس پر چار، فلم سکرین لگے ہوتے تھے جن سے مزاروں کے کھولنے اور تدفین کی پوری کارروائی دکھائی دیتی تھی۔ اس طریقے سے میدان میں موجود ساری خلقت بھی اس منظر کو بخوبی دیکھ سکی۔

دوسرے دن اس تقریب کی دستاویزی فلم بغداد کے تمام سینما گھروں میں دکھائی گئی۔ یہ فلم دیکھ کر بہت سے عیسائی اور یہودی مسلمان ہو گئے۔

یہ واقعہ کوئی خیالی قصہ کہانی نہیں ہے بلکہ اس کا وقوع ۱۹۳۲ء میں ہوا تھا اور اس کے عینی شاہد ہزارہا افراد تھے۔

Marfat.com

آٹھ باتوں میں سارا علم

پرانے زمانے کی بات ہے۔ ایک بہت بڑے بزرگ اپنی خانقاہ میں اپنے مریدوں اور شاگردوں کو دین کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ علم کے پیاسے خالی ہاتھ ان کے پاس آتے اور علم کے خزانے لے کر اپنے گھروں کو لوٹتے۔

ان بزرگ کا ایک شاگرد بہت عرصے تک ان سے تعلیم حاصل کرتا رہا وہ بھی اپنے اس شاگرد کا بہت خیال رکھتے تھے اور بڑے شوق سے اسے پڑھاتے تھے۔

شاگرد کا دل تو یہ چاہتا تھا کہ ساری زندگی اپنے استاد کی خدمت میں ہی حاضر رہے اور تعلیم حاصل کرتا رہے لیکن آخر وہ وقت آگیا جب بزرگ نے اس سے کہا "تم اب تک جتنی تعلیم حاصل کر چکے ہو وہ کافی ہے، اب اپنے علم اور اچھے کاموں سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤ۔"

شاگرد کو اپنے مرشد اور استاد کا یہ حکم ماننا پڑا اور اس نے گھر جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب وہ خانقاہ سے رخصت ہونے لگا تو بزرگ نے اسے پوچھا۔ "بیٹا تم کافی عرصہ ہمارے پاس رہے ہو، یہ تو بتاؤ، تم نے یہاں رہ کر کیا کچھ حاصل کیا۔؟"

بزرگ نے یہ سوال اپنے شاگرد کا علمی مرتبہ معلوم کرنے لئے کیا تھا۔ وہ

Marfat.com

یہ اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ خدا کے فضل سے وہ بہت بڑا عالم بن کر اپنے گھر جارہا ہے لیکن شاگرد نے ان کی امید کے خلاف یہ جواب دیا۔ "حضرت! میں نے آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر صرف آٹھ باتیں سیکھی ہیں۔"

"صرف آٹھ باتیں"، بزرگ نے حیران ہو کر پوچھا۔

شاگرد نے کہا۔ "جی ہاں! صرف آٹھ باتیں اور ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ انسان کو نہ دولت سے محبّت کرنی چاہیے نہ اونچے عہدوں اور شان و شوکت سے۔ اسے نیکی کرنے کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنانا چاہیے۔"

شاگرد کی یہ بات سن کر بزرگ بہت خوش ہوئے فرمایا۔ "بے شک، تم نے یہ بات سیکھی ہے اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ دوسری بات کونسی ہے؟"

شاگرد بولا۔ "دوسری یہ کہ انسان کو ہر حال میں اللہ سے ڈرنا چاہیے درا صل آدمی گناہ اس لئے کرتا ہے جب وہ اللہ پاک کو بھول جاتا ہے۔" شاباش۔ بزرگ خوش ہو کر بولے۔ شاگرد نے کہا "تیسری بات یہ سیکھی کہ آدمی کو لالچ اور کنجوسی سے بچنا چاہیے اور جو اچھی چیز ملے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ چوتھی بات یہ کہ سچی عزت اور اونچا درجہ صرف اچھے کام سے حاصل ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ دوسروں کو اچھی حالت میں دیکھ کر جلنا اور حسد کرنا بری بات ہے۔ چھٹی بات یہ کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے اس کے فریب سے بچنا چاہیے۔ ساتویں بات یہ سیکھی کہ سب کو روزی دینے والا اور پالنے والا خدا ہے۔

"تم نے یہ باتیں کام کی سیکھ لی ہیں"، بزرگ نے خوش ہو کر کہا اور پھر آٹھویں بات

کے بارے میں دریافت کیں۔

Marfat.com

شاگرد بولا "جناب میں نے آٹھویں بات یہ سیکھی ہے کہ انسان کا اصلی مددگار اور حفاظت کرنے والا صرف اللہ پاک ہے اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے"۔ "بزرگ بولے" اے خوش نصیب تو نے یہ بات بھی بہت اچھی سیکھی ہے۔ میں تجھے مبارکباد دیتا ہوں کہ تو نے صرف یہ آٹھ باتیں سیکھ کر پورا علم سیکھ لیا ہے"۔

Marfat.com

۱۷

معیارِ فضیلت

بلخ کا ایک گورنر تھا جس کا عم زاد بھائی بڑی جانفشانی اور قابلیت سے اس کی خدمت انجام دیتا تھا۔ یکایک اس نے گورنر کی ملازمت ترک کر دی اور خدمت حق تعالیٰ میں مصروف ہو گیا۔ گورنر نے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے کہا۔ وہ تو خدمت حق تعالیٰ میں مصروف ہے۔ گورنر نے اُسے بلا بھیجا اور پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم نے ہماری ملازمت ترک کر دی اور ہم سے دور ہو گئے۔

مرد حق نے جواب دیا۔ میں نے آپ کی ملازمت میں پانچ عیب دیکھے اور اور خدمت حق تعالیٰ میں پانچ فضیلتیں۔

گورنر نے پوچھا۔ میری ملازمت میں کیا عیب دیکھے اور خدمت حق تعالیٰ میں کیا فضیلتیں دیکھیں؟

اس نے جواب دیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں جب آپ کی ملازمت میں تھا تو صبح سے لے کر دوپہر تک آپ کے سامنے پاؤں پر کھڑا رہتا تھا اور آپ ایک دفعہ بھی نہیں کہتے تھے کہ بیٹھ جاؤ۔ اب جبکہ میں خدمت حق میں مصروف ہوں اور چہار رکعت نماز ادا کرتا ہوں تو اس دوران میں مجھے اللہ تعالیٰ دو مرتبہ بیٹھ جانے کے لیے فرماتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب تک آپ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھا چکتے تھے تو مجھے کھانا

Marfat.com

نہیں دیتے تھے۔ میں اب اس آقا کی پرستش کرتا ہوں جو مجھے کھانا کھلاتا ہے اور خود کبھی کھاتا ہی نہیں۔

تیسرے یہ کہ جب آپ سوتے ہیں تو نگہبانوں کی ایک لمبی فوج آپ کے سرہانے کھڑی اور بے خواب رہتی ہے اور آپ کے بیدار ہونے تک آپ کی نگہبانی کرتی ہے۔ میں اب اس آقا کی عبادت کرتا ہوں جو مجھے سلا کر میرے جاگنے تک میری محافظت کرتا ہے۔

چوتھے یہ کہ جب میں آپ کا خادم تھا اور قصور کرتا تھا اور آپ کو اطلاع ہو جاتی تھی تو مجھے اس کی احتیاج ہوتی تھی کہ گناہ بخشوانے کے لیے کسی بادشاہ کی سفارش لاؤں تاکہ آپ مجھے قتل نہ کر دیں۔ اب میں اس مالک کا نوکر ہوں جو میرے توبہ کرنے پر خود ہی میرے بے شمار گناہ معاف کر دیتا ہے۔

پانچویں یہ کہ جب میں آپ کی خدمت کرتا تھا تو مجھے اس کی بھی ضرورت تھی کہ آپ کے سامنے کئی دوسروں کی بھی خوشامد کروں۔ اب میں اس مالک کا بندہ ہوں جو مجھے اپنے سوا کسی دوسرے کی خدمت کرنے ہی نہیں دیتا بلکہ اس نے اپنی مخلوق کو میری خدمت پر لگایا ہوا ہے

Marfat.com

۱۸

"آج ہم اللہ کے مہمان ہیں"

حضرت نظام الدین ؒ نے ابتدائی زمانے میں عُسرت کا ایسا دور دیکھا تھا کہ جب اپنے بڑھاپے میں ان کا ذکر کرتے تو ان کا دل بھر آتا۔ موصوف فرماتے ہیں کہ غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت (۱۲۶۶ تا ۱۲۸۷ء) میں دہلی میں خربوزے اتنے سستے تھے کہ دو جیتل کے ایک من آتے تھے اس کے باوجود فصل کا موسم گزر جاتا تھا اور خربوزے چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ انہوں نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ نہ ہی تو خربوزے خریدنے کی ہمت ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی شخص بطور تحفہ لاکر دیتا تھا۔ یہ واقعہ بیان کر کے موصوف نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے دل میں خربوزوں کی طلب بھی پیدا نہ ہوتی تھی۔

عُسرت کے اسی دور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ان کے ہاں جس قدر فاقہ ہوتا تو ان کی والدہ محترمہ انہیں مخاطب کر کے فرماتیں "آج ہم اللہ کے مہمان ہیں" سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ موصوف اپنی والدہ محترمہ سے یہ سن کر ہمیشہ ذوق حاصل کرتے اور اس وقت کے منتظر رہتے کہ دیکھئے دوبارہ کب موصوفہ یہ بات فرماتی ہیں۔ حضرت نے حاضرین کو بتایا کہ اس انتظار سے ان کے دل میں ذوق پیدا ہوتا اور

Marfat.com

انہیں راحت ملتی۔

حضرت نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ درویش کے گھر میں شبِ فاقہ شبِ معراج ہوتی ہے۔

جس دن حضرت نظام الدینؒ اولیاءؒ بابا فریدؒ سے بیعت ہوئے اس روز انہوں نے باباؒ صاحب سے پوچھا کہ اب وہ تعلیم اختیار کریں یا نوافل میں مشغول ہو جائیں؟ باباؒ صاحب نے فرمایا کہ وہ انہیں تعلیم سے منع نہیں کرتے لیکن وہ دونوں کام کریں سلطان جی فرمایا کرتے تھے کہ درویش کو ضروری علم آنا چاہیے۔ پنجاب کے مشہور صوفی شاعر سلطان باہوؒ کا قول ہے کہ بے علم فقیر آخر کافر ہو کر مرتا ہے۔

ایک روز حضرت نظام الدینؒ اولیاءؒ نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ حضرت زکریاؒ صرف سترہ روز شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی خدمت میں رہے اور اس مختصر سی مدت میں انہوں نے جو فیض اپنے مرشد سے پایا وہ دوسروں نے سالہا سال میں بھی حاصل نہیں کیا۔ جب شیخ الشیوخ نے انہیں خلافت سے نوازا تو شیخ کے پرانے مرید رنجیدہ ہوئے کہ وہ مدتوں سے یہاں پڑے ہیں اور یہ نووارد چند ہی روز میں اتنی بڑی نعمت لے کر جا رہا ہے اس پر شیخ الشیوخ نے فرمایا۔ تم گیلا ایندھن لے کر آئے تھے اور زکریا چوب خشک لے کر آیا جسے ایک ہی پھونک میں آگ لگ گئی۔

Marfat.com

سلطان عبدالحمید ثانی کا تاریخی خط

ذیل میں سلطان عبدالحمید ثانی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء) کا وہ تاریخی خط پیش ہے۔ جس کے ذریعے اس صدی کی تاریخ ترکیہ اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کی اور لادینی عناصر کے مستقلاً مسلّط ہونے کی صحیح زاویۂ نظر سے مطالعہ کرنے میں مدد ملے گی۔

سلطان مرحوم: اپنے تمام جاہ و جلال کے باوجود اس دور کے ایک بوریہ نشین، صاحب نسبت بزرگ سے بیعت تھا اور اوراد و وظائف کا بڑا پابند تھا۔ سلطان کے شیخ طریقت محمود ابوالشامات تھے موصوف سلسلۂ شاذلیہ کے بڑے شیخ تھے، دمشق میں مقیم تھے۔ سلطان نے معزول ہونے کے بعد اپنے شیخ طریقت کو تفصیلی خط لکھا اور اس میں اپنے معزول کئے جانے کا راز اور پس منظر بیان کیا۔ شیخ نے اتحادیوں کے دور میں خفیہ راز کی طرح اس خط کو محفوظ رکھا۔ جب شام سے ترکوں کی حکومت ختم ہوئی تو شیخ کے بعض مخلصین کو اس کا علم ہوا۔ شیخ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادوں نے اس خط کی حفاظت کی۔ بہت قابلِ اعتماد اور مخلص متعلقین کو اس کی زیارت کراتے۔ عرصہ دراز گزرنے کے بعد خط بہت

Marfat.com

بوسیدہ ہوگیا۔ تو اس کی زیارت کرانی بند کردی۔ پروفیسر سعید افغانی ف دمشقی نے بڑی کوششوں اور سفارشوں کے بعد شیخ کے صاحبزادگان کو اس خط کی اشاعت پر راضی کیا۔ ۱۹۷۲ء میں پروفیسر سعید افغانی نے اس خط کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کرائی اور اصل خط شیخ کے صاحبزادوں کو واپس کردیا۔ اس خط کے عربی ترجمہ کا کام پروفیسر سعید افغانی نے اپنے ایک ایسے دوست سے لیا جنہیں عربی ترکی دونوں زبانوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ اس خط کو موصوف نے کویت کے رسالہ "العربی" کی اشاعت شوال ۱۳۹۲ھ دسمبر ۱۹۷۲ء میں شائع کرایا۔ خط کا بعینہ ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

یاھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین

اس خدا کی حمد جو تمام جہاں کا پالن ہار ہے اور افضل ترین درود، اکمل ترین سلام نازل ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خدا کے رسول ہیں اور آپ کے تمام آل و اصحاب اور متبعین پر قیامت تک درود و سلام نازل ہو۔

میں اپنا یہ عریضہ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے شیخ، روح حیات

کے فیضان رسا، شیخ وقت آفندی ابوالشامات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور دعوتِ صالحہ کا امیدوار ہو کر ان کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیتا ہوں۔

آداب واحترام کے بعد عرض کرتا ہوں کہ آپ کا سال رواں کے ۲۲ مئی کا تحریر کردہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جناب والا برابر صحت و سلامتی کے ساتھ ہیں۔ میرے آقا میں توفیق خداوندی سے سلسلہ شاذلیہ کے اوراد و وظائف پابندی کے ساتھ پڑھ رہا ہوں اور عرض گزار ہوں کہ دائمی طور پر آپ کی دلی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

اس تمہید کے بعد میں آپ کی خدمت میں اور آپ جیسے دوسرے ارباب عقل کی خدمت میں ایک اہم مسئلہ پیش کرتا ہوں تاکہ یہ امانت تاریخ کی حفاظت میں آجائے۔ میں خلافتِ اسلامیہ سے صرف اس لئے الگ ہوا ہوں کہ مجھے انجمن اتحاد و ترقی (جو ان تورک کے نام سے مشہور ہے) کی طرف سے بہت تنگ کیا گیا۔ دھمکیاں دی گئیں اور خلافت ترک کرنے پر بالکل مجبور کر دیا گیا، سبب یہ ہوا کہ ان اتحادیوں نے مجھ سے بار بار اصرار کیا کہ سرزمین مقدس فلسطین میں یہود کے قومی وطن کی تاسیس پر اتفاق کر لوں۔ ان کے پیہم اصرار کے باوجود میں یہ بوجھ اٹھانے پر راضی نہ ہوا۔ اخیر میں ان لوگوں نے پندرہ کروڑ برطانوی لیرہ سونا دینے کا

Marfat.com

وعدہ کیا۔ میں نے قطعی طور پر اس تجویز کو ٹھکرا دیا اور انہیں یہ دو ٹوک جواب دیا" اگر تم لوگ پندرہ کروڑ لیرہ سونا کے بجائے دنیا بھر کا سونا دو تب بھی میں اس بوجھ کو نہیں اٹھاؤں گا۔ ملتِ اسلامیہ امتِ محمدیہ کی تیس سال سے زیادہ خدمت کی۔ اب میں اپنے آبا۔ واجداد خلفاؤ سلاطین کی تاریخ کو سیاہ نہیں کروں گا۔ مَیں یہ بوجھ قطعی طور پر نہیں اٹھا سکتا۔"

قطعی جواب کے بعد ان لوگوں نے مجھے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا اور یہ پیغام پہنچایا کہ وہ مجھے شہر بدر کر کے سلانیکا بھیج دیں گے۔ میں نے یہ تکلیف گوارا کر لی۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ میں نے ارض مقدّس فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کو تسلیم کر کے دولتِ عثمانیہ اور عالم اسلام کو اس عیب و عار سے داغدار کرنا قبول نہیں کیا۔ میرے بعد جو ہوا سو ہوا۔ اس پر میں بار بار اللہ جل شانہ، کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں نے جو باتیں پیش کر دیں، وہ اس موضوع کے بارے میں کافی ہیں۔ اب اپنے اس اہم خط کو ختم کرتا ہوں۔ آپ کے مبارک ہاتھوں کو چومتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آداب قبول فرمائیں گے۔ تمام بھائیوں اور دوستوں کو سلام۔

میرے بزرگ استاد خط طویل ہو گیا لیکن آپ کو اور آپ کی جماعت کو مطلع کرنے لئے میں اس تطویل پر مجبور تھا۔

Marfat.com

سنوسی تحریک کا عظیم مجاہد

عمر المختار

عمر المختار کی پشت اب دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ دشمن کا گھیرا بتدریج تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ بیرونی مدد کا راستہ بالکل بند ہو چکا تھا۔ مجاہدین کی مزاحمت میں اس بے سروسامانی کی حالت میں کیا جان باقی رہ سکتی ہے، غازی عمر المختار اپنے مرکز سے نکل کر سارے علاقے کا دورہ کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ کم سے کم ایک سو محافظ ضرور ہوتے تھے۔ وہ جب وادی جریب سے گزر رہے تھے تو دشمن (اطالوی حکومت) کو ان کی اطلاع ہو گئی۔ اطالوی کمانڈر نے اسی وقت حکم دیا کہ وادی کو گھیرے میں لے کر تمام راستے بند کر دیئے جائیں، عمر المختار اب بالکل محصور ہو چکے تھے۔ لڑائی دو دن تک جاری رہی۔ غازی عمر اور ان کے ساتھی اس بے جگری کے ساتھ لڑے کہ اطالوی گھیرے میں دراڑ آگئی، اور وہ گھیرے سے اپنا راستہ بنانے میں کامیاب ہو گئے لیکن وہ ایک گھیرا توڑ کر جونہی باہر نکلے تو ان کے گرد دوسرا گھیرا موجود تھا، لیکن مجاہدین نے ہمت نہ ہاری اور آخری گولی تک لڑتے رہے۔ غازی عمر کے ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اب وہ اور ان کا گھوڑا باقی رہ گیا تھا۔ لیکن غازی عمر کی اتنی دہشت اور دبدبہ تھا کہ کوئی اطالوی ان کے قریب نہیں آتا تھا۔ ایک گولی سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ دوسری گولی نے ان

Marfat.com

کے گھوڑے کو گھائل کر دیا۔ غازی عمر زخم کھا کر گھوڑے سے گرے تو گھوڑا ان پر گر گیا۔

یوں اطالوی فوجیوں نے انہیں زندہ گرفتار کر لیا۔ وہ دشمن کے ہاتھ ۲ ستمبر ۱۹۳۱ء کو آئے انہیں پہلے سوساہ بھیجا گیا اس کے بعد بن غازی لے جایا گیا۔ یہاں اطالوی افسروں نے انہیں دیکھا لیکن انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ یہی غازی عمر المختار ہیں۔ سرینائیکا کے اطالوی گورنر نے حکام بالا کو لکھا کہ ایک زخمی مجاہد ہمارے ہاتھ آیا ہے جس کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ عمر المختار ہے۔ گورنر کا حکومت کو یہ تار جونہی ملا سرکاری دفاتر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی حکومت کی جانب سے اسی وقت ایک افسر زخمی مجاہد کی تحقیق و شناخت کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس افسر نے غازی عمر المختار کو متعدد مرتبہ دیکھا تھا اور وہ ان کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس نے زخمی قیدی کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور کہا کہ یہی عمر المختار ہے

سرینائیکا اور طرابلس کا گورنر جنرل جنرل گریزینی اس وقت فرانس میں چھٹی پر تھا۔ وہ ٹرین میں کرسی پر نیم دراز ریڈیو سن رہا تھا۔ اچانک خبروں میں بتایا گیا کہ لیبیا کا مشہور مجاہد غازی عمر المختار زخمی حالت میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ سن کر وہ خوشی سے اچھلا اور اس نے اپنی چھٹی اسی وقت منسوخ کر کے سیدھا لیبیا کا رخ کیا۔ طرابلس پہنچتے ہی اس نے ایک خصوصی فوجی عدالت ترتیب دی جس کا چیئرمین وہ خود تھا۔ عمر المختار اس کی عدالت میں ایسی حالت میں لائے گئے کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ عمر المختار کے چہرے سے ایسا ہی رعب اور وقار ٹپکتا تھا جیسا ایک مسلمان مجاہد کے شایان شان ہوتا ہے۔ ان پر نہ کوئی خوف و ہراس کا

Marfat.com

نشان تھا اور نہ پریشانی کی کوئی علامت تھی۔ عدالت کی کارروائی کے دوران میں وقفہ ہُوا تو جنرل گریزیٹی نے عمر المختار کو اپنے کمرے میں تنہا بلایا اور کہا کہ اگر تم شکست تسلیم کر کے اپنے ساتھیوں کے نام ایک پیغام جاری کر دو کہ وہ بھی ہتھیار ڈال دیں تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔

عمُر المختار نے مستحکم لہجے میں جواب دیا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

عدالت کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی تو عمر المختار کے لیے سرکار کی جانب سے ایک وکیل فراہم کر دیا گیا۔ یہ ایک فوجی کیپٹن تھا۔ اس نے مدعی علیہ کی جانب سے کیس پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں عمر المختار کا شدید دشمن ہوں۔ اگر کہیں میدانِ جنگ میں یہ میرے ہتھے چڑھ جاتا تو میں اسے ضرور گولی مار دیتا۔ اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ اُسے سزائے موت کی بجائے عمُر قید کی سزا دی جائے۔

لیکن عدالت نے وکیل دفاع کی تجویز سے اتفاق نہ کرتے ہوئے عمر المختار کو سزائے موت دی۔ عمُر المختار نے عدالت کا فیصلہ سُن کر بلند آواز سے کہا۔ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی جانب لوٹنا ہے۔

عدالت کی پوُری کارروائی سوا گھنٹے میں ختم ہو گئی۔

عمر المختار کو فوجی عدالت کے روبرو ۱۵ ستمبر ۱۹۳۱ء کو پیش کیا گیا تھا۔ ۱۶ ستمبر کی صبح کو انہیں پھانسی دے دی گئی۔ مُسلمانوں کے اندر خوف و ہراس پیدا کرنے اور اطالوی حکومت کا رعب و دبدبہ بٹھانے کے لیے حکومت نے منصوبہ بنایا کہ انہیں سرِ عام پھانسی دی جائے۔ چنانچہ تختہ دار عام شاہراہ پر نصب کیا گیا اور گرد و نواح کے مُسلمانوں کو یہ منظر دیکھنے کے جبرًا جمع کیا گیا۔

Marfat.com

عمر المختار کو جب تختہ دار کی جانب لے جایا جا رہا تھا تو ان کی زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا اور وہ مضبوط قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے آ رہے تھے۔ پھانسی کے تختے پر انہوں نے قدم رکھا تو بلند آواز سے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عمر المختار کے سکون و ثبات نے تختہ دار کے گرد جمع اطالوی افسروں کو متحیر کر دیا۔

انہوں نے ۷۵ برس کی عمر پائی تھی۔ اس عمر میں انہوں نے دشمن کے خلاف ۲۶۳ جنگیں لڑی تھیں

(شمالی افریقہ کی سنوسی تحریک محمود احمد غازی کی نامطبوعہ کتاب کا ایک باب)

Marfat.com

علامہ بشیر الابراہیمی الجزائری

عرب کے ایک مشہور اور مقتدر تاجر نے قاہرہ میں اپنا نیا بنگلہ بنوایا۔ یہ تاجر عرب دنیا کے صفِ اول کے تاجروں میں سے تھا مصر کے قلب قاہرہ میں اس نے ایک ایسا بنگلہ بنوایا جس میں دنیا کی تمام آسائشیں فراہم کی گئی تھیں، باغ، تالاب، فوارے، کیا نہیں تھا۔ آج اسی بنگلہ کی افتتاحی تقریب تھی۔ ملک بھر کے معززین اور عمائدین مدعو تھے۔ دعوت اختتام کو پہنچی۔ مہمان رخصت ہونے لگے۔ سب چلے گئے لیکن ابھی ایک معمر بزرگ باقی تھے۔ محفل میں شروع ہی سے وہ سب کی نظروں کا مرکز تھے۔ دل ان کی طرف آپ سے آپ کھنچتے تھے۔ ہر کوئی ان سے گفتگو اور مصافحہ کا شائق تھا۔ صاحبِ خانہ بھی ان کی شرکت پر نازاں تھے۔ بار بار ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور انہوں نے مہمانوں کو رخصت کرنے میں اس بات کا اہتمام کیا تھا کہ اس مرکزِ نظر کو سب سے پیچھے رہنے دیں۔

صاحب خانہ، جو اس نئے بنگلہ کے افتتاح پر بڑا خوش تھا اس بزرگ کو بار بار دیکھ رہا تھا اور اپنے دل میں ایک خلش محسوس کر رہا تھا وہ سوچ رہا تھا۔

Marfat.com

" ذرا اس بوڑھے مجاہد کو دیکھو!
اس نے اپنی ساری زندگی، اپنا بچپن، اپنی جوانی، اپنا بڑھاپا اسلام کی خدمت میں صرف کر دیا۔
اپنے ملک میں اس نے دن رات ایک کر کے جد و جہد کی۔
استعمار کے مقابلے میں ایک آہنی چٹان بن گیا۔
علم و حکمت کا یہ مجسمہ زبان و قلم ہی نہیں تیغ و سنان کا بھی مجاہد بنا۔
ملک بدر کیا گیا پھر بھی چین سے نہ بیٹھا۔
دنیا کا کونہ کونہ اس نے چھان مارا تاکہ ہر گوشہ میں قوم کی حالت اور اسلام کی پکار کلبہ جرچا کرے۔
اب اس کے بال سفید ہو گئے ہیں، کمر جھک گئی ہے، پلکیں بوجھل ہو گئی ہیں۔
لیکن اب بھی اس کی ہمت اور عزم جوان ہے یہ تو ہے اس کا کردار
اور ہم؟
وہ جس نے اپنا گھر بار چھوڑا، بال بچے چھوڑے، ملک و مال چھوڑا۔ آج ہوٹل میں رہ رہا ہے، بے گھر، بے یار و مددگار!
اور ہم؟
ہم کب ان کی قدر کرنا سیکھیں گے جو دین کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں"
صاحبِ خانہ انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا۔ دعوت

Marfat.com

کے دوران میں اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا اور اسی لیے اپنے معزز بوڑھے مہمان کی واپسی کو وہ ٹالتا رہا۔ جب سب چلے گئے تو اس نے کہا "شیخ محترم ! مجھ پر ایک کرم کیجئے۔ یہ ہے اس مکان کی چابی اور یہ ہے اس کار کی چابی، اب یہ گھر آپ کا گھر ہے۔ میں دوسرے مکان میں رہوں گا۔"

یہ صاحبِ خانہ سعودی عرب کے مشہور تاجر شیخ سرور سبان تھے۔

اور یہ مہمان، الجزائر کے بطلِ جلیل، علوم دینی کے ایک مخزن اور تحریکِ آزادی کے مردِ مجاہد شیخ بشیر الابراہیمی تھے۔

صاحبِ خانہ کے اصرار پر بشیر الابراہیمی نے قاہرہ میں اس جگہ سکونت اختیار کر لی ——— اپنے وطن تو وہ واپس جا ہی نہ سکتے تھے۔ لیکن وہ، جنہوں نے اپنی پوری زندگی پتھروں پر اور خاک اور خون کے درمیان گزاری تھی انہیں قوم کی طرف سے اس اعتراف پر خوشی تو ضرور تھی پھر بھی وہ ایک مجاہد کی زندگی کیسے ترک کر سکتے تھے۔

الجزائر کی آزادی اور وہاں احیائے اسلامی کے لیے بشیر الابراہیمی اپنے آخری سانس تک مصروفِ جہاد رہے۔ ان کا خیال تھا کہ قاہرہ کی فضا ان کو گوارا کرے گی ——— لیکن بوڑھے مجاہد کو ابھی اور بھی تلخ تجربات سے گزرنا تھا۔ قاہرہ کی آمریت سے مسموم فضا کی گھٹن میں وہ زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکے۔ ایک طرف صحت جواب دے رہی تھی اور دوسری طرف دل بے چین تھا کہ قوت کی آخری رمق بھی اسی جدوجہد میں صرف کر دیں۔

Marfat.com

ایک حسین صبح بوڑھے مجاہد کا سر خدا کے حضور سجدہ ریز تھا۔ الجزائر آزاد ہوگیا تھا۔ ان کی جوانی اور بڑھاپے کی محنت پھل لا رہی تھی۔

اب وہ پہلی بار اس سرزمین پر ایک آزاد شہری کی طرح قدم رکھ سکے گا جسے آزاد کرانے کے لئے اس نے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور جس سے انہیں صرف اس لیے نکال دیا گیا تھا کہ وہ اس پر غیروں کا قبضہ غاصبانہ گوارا کرنے کو تیار نہیں تھے

بوڑھا مجاہد الجزائر پہنچ گیا —— لیکن اس کی خوشی نئے تفکرات کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی: "یا اللہ! کیا مجھے اب پھر ایک نئی جدوجہد کرنی ہوگی —— اچھا، اے مالک اگر تجھے یہی منظور ہے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں"۔

بوڑھا مجاہد پکار اٹھا: —— "آزادی اس لیے حاصل نہیں کی گئی تھی کہ مغربی تہذیب اور اشتراکیت کے آزمائے ہوئے شیطانوں کو یہاں مسلط کیا جائے —— آزادی اس لیے بھی حاصل نہیں کی گئی تھی کہ یہاں شخصی آمریت کا راج قائم ہو جائے آزادی تو اسلام کی خاطر حاصل کی گئی اور اسلام کے قانون ہی کو یہاں کام کرنے کا موقع ملنا چاہیئے"۔

بوڑھے مجاہد کے لیے نئی بیڑیاں تیار کی گئیں۔ اسے اس کے وطن میں اسی کے گھر میں نظر بند کر دیا گیا —— اور یہ کام ان کے حکم سے کیا گیا جو آزادی کی جدوجہد میں اس کے شاگردوں سے بھی پیچھے تھے۔

۱۹۵۲ء میں بشیر الابراہیمی کا نام ہمارے لیے نیا تھا۔ یہ زمانہ ہمارا

Marfat.com

طالب علمی اور جمعیت کا زمانہ تھا۔ کراچی میں ہونے کی وجہ سے عالمِ اسلام کی ان شخصیات سے ملنا آسان تھا جو وقتاً فوقتاً یہاں آتی رہتی تھیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد کے دور میں پانچ چھ سال اس حیثیت سے بڑے اہم ہیں کہ ان میں عالمِ اسلام سے ہمارے روابط قریب تر ہوئے۔ کئی بین الاسلامی کانفرنسیں کراچی میں منعقد ہوئیں اور ان کے ذریعہ ہمیں اہم دینی، علمی اور سیاسی شخصیات سے متعارف ہونے کا موقع ملا۔ غالباً وسط ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے ہمیں اطلاع ملی کہ الجزائر کے رہنما بشیر الابراہیمی کراچی آئے ہیں۔ ہم لوگ فوراً ہی ان سے ملنے گئے اور ان کے قیام کراچی کے دوران میں کئی بار ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں وہ دوبارہ پاکستان تشریف لائے، اس بار ان کا قیام طویل رہا۔ ہمیں بھی ان سے بار بار نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ہم طالب علم تھے اور وہ طالب علموں کے لیے ایک شفیق باپ اور محسن استاد کے جذبات رکھتے تھے۔ جس وقت بھی ہم ان کے پاس گئے اَھلاً وَسھلاً کے کلمات سے انہوں نے ہماری پذیرائی کی۔ محبت سے گفتگو فرمائی۔ چھوٹے چھوٹے جملے میٹھے میٹھے بول۔ لطف و عنایت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ مسافرت میں ہونے کے باوجود مہمان نواز۔

ہمارے لیے بشیر الابراہیمی کی حیثیت ایک قائد اور ہیرو کی سی تھی اور جب ہم انہیں اپنے سے اتنا قریب اور اپنے اوپر اتنا مہربان پاتے تھے تو "آپ اپنے پہ رشک آجاتا ہے" والی کیفیت ہوتی تھی۔ ہم چند معمولی نوجوان تھے لیکن انہوں نے کبھی ہمیں محسوس نہ ہونے دیا کہ وہ کتنے بڑے آدمی ہیں۔

Marfat.com

پاکستان میں بشیر الابراہیمی کی آمد کا مقصد الجزائر کے سلسلہ میں رائے عامہ کی تیاری اور پاکستان کی تائید کا حصول تھا۔ الجزائر کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بوڑھے چہرے پر تازگی آجاتی تھی ان کی آنکھوں میں ایک نئی چمک پیدا ہو جاتی تھی ——— وہ اس طرح گفتگو کرتے تھے جیسے کوئی اپنے محبوب کے بارے میں گفتگو کرے۔

فرانسیسی استعمار نے ۱۸۴۵ء میں الجزائر کو کلی طور اپنے چنگل میں لے لیا تھا۔ شمالی افریقہ کا یہ حسین اور فطری دولت سے مالا مال ملک جو مراکش اور تیونس کے درمیان واقع ہے۔ دنیائے تہذیب کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ الجزائر صرف ناقابلِ تسخیر صحرائے اعظم کی وجہ سے معروف نہیں بلکہ یہ سلطنتِ روما کا ایک بڑا تہذیبی مرکز بھی رہا ہے۔ پھر اسلام نے اس علاقے کو مسخر کیا۔ اور موحدوں اور مرابطون کی اسلامی ریاستوں میں اس علاقہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔ انیسویں صدی میں جن مقامات پر مسلمانوں نے استعمار سے مجاہدانہ شان کے ساتھ ٹکر لی ان میں سے ایک الجزائر بھی ہے امیر عبدالقادر الجزائری کا نام دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے دلوں میں حرارت پیدا کر دیتا تھا۔ انہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں دس پندرہ سال تک یورپ کی متحدہ قوتوں کا مقابلہ کیا اور فرانس کی افواج کو ناک چنے چبوا دیئے۔ لیکن پھر استعمار کی تاریک رات چھا گئی۔ اور تاریکی بھی ایسی کہ بالکل ہی گھٹا ٹوپ!

ویسے تو استعماری قوتوں میں سے ہر ایک "فتنہ سامان" رہا۔ لیکن اس تاریخ میں فرانس اور بلجیئم کا ریکارڈ سب سے گھناؤنا رہا ہے۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ محکوم قوم کو بالکل ہی ختم کر دیں اور اس کے جداگانہ

Marfat.com

تشخص کا ہر نشان مٹا دیں۔ فرانس کے ہاتھوں الجزائر پر جو بیتی ہے اس داستان کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آبادیوں کی آبادیوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ مساجد کو مسمار کر دیا گیا، گرجاؤں میں تبدیل کر دیا گیا۔ الجزائر میں ۱۰۶ بڑی اور مرکزی مساجد میں سے صرف ۸ بچیں۔ پھر سب سے بڑھ کر فرانس نے کوشش کی کہ الجزائر کو اپنے ماضی، مسلم دنیا اور خود اسلام سے کاٹنے کے لیے عربی زبان کو بالکل نیست و نابود کر دے۔ اس مقصد کے لیے تعلیم کا ایسا نظام بنایا گیا جس کے نتیجے میں عربی تدریس کا کوئی بندوبست تعلیم کی کسی سطح پر باقی نہ رہا۔ (اور یہ اس کا نتیجہ تھا کہ جب الجزائر کی آزاد حکومت کے صدر جناب فرحت عباس صاحب کراچی آئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ ان کی رگوں میں عرب خون ضرور گردش کر رہا ہے لیکن وہ عربی زبان نہ بول سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں الجزائر کے پہلے سفیر سے ملاقات میں پتہ چلا کہ وہ عربی نہیں جانتے)

بشیر الابراہیمی ہوٹل میٹروپول کے ایک کمرے میں ہمیں الجزائر کے یہ حالات سنا رہے تھے اور ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جن سامراجی درندوں سے ان کو سابقہ پیش آیا ہے ان کا کوئی مقابلہ ہمارے اپنے سامراجی حکمرانوں سے نہیں ہو سکتا۔ ہمارا خون کھول رہا تھا اور ہماری آنکھیں حیرت سے کھلی پڑ رہی تھیں۔ ہم نے بے چینی کے عالم میں پوچھا ——— "پھر آپ لوگوں نے ان حالات کا مقابلہ کس طرح کیا؟"

بوڑھے مجاہد نے کہا۔ "ہم نے ایک متوازی نظام تعلیم وضع کیا اور اس کی بنیاد عربی زبان اور علوم اسلامیہ کو قرار دیا۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ جدید علوم کو بھی نصاب میں شامل کیا۔ حکومت نے ہماری منظم مخالفت کی لیکن

Marfat.com

خدا کے فضل سے ہم نے پورے ملک میں مدارس اور جامعات کا ایک جال بچھا دیا۔ گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ اور شہر شہر، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے عربی زبان اور اپنی ثقافت کو بڑی حد تک محفوظ کر لیا اور اسلام کے لیے آج الجزائر میں وہی امکانات ہیں جو دنیائے اسلام کے کسی اور حصہ میں ہیں۔"

علامہ بشیر الابراہیمی اپنے کام کا تعارف کرا رہے تھے اور ہمارا ایمان پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ اسلام کو انشاء اللہ کوئی قوت مٹا نہ سکے گی اگر عزم راسخ ہو تو وسائل کے بغیر بھی انسان بڑی سے بڑی مصیبت کا مقابلہ کر گزرتا ہے۔ الجزائر اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ جب فرانسیسی استعمار کی ریشہ دوانیاں حد سے گزر گئیں تو ایک مردِ مجاہد میدان میں اُترا

عبدالحمید بن بادیس، کتاب و حدیث کا عالم، محقق اور مجتہد، سلجھی ہوئی فکر، سلف کا پیرو، عربی کا صاحب طرز انشا پرداز ــــــ ۱۳۴۳ھ میں اس نے ماہانہ رسالہ "الشہاب" نکالا پھر ہفت روزہ "الصراط" اور "الشریعۃ" میدان میں آئے۔ مدارس قائم کیے۔ کام کو منظم کرنے کے لیے ایک تنظیم قائم کی۔ "جمعیۃ العلماء المسلمین الجزائریین"۔

اسلام کا قافلہ اس مصلح اور مجاہد کی قیادت میں برابر آگے بڑھ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مخالفتیں بھی شدید تر ہوتی جا رہی تھیں۔ ایک طرف علماء سو نے محاذ کھول رکھا تھا اور دوسری طرف استعماری حکومت نے ــــــ بالآخر اس مردِ مجاہد کو زہر دے دیا گیا اور ۱۳۵۹ھ میں وہ جامِ شہادت پی کر اپنے رب سے جا ملا۔ محمد بشیر الابراہیمی شیخ عبدالحمید کے دست راست تھے۔ ان کے بعد تحریک کے قائد بنے۔ ان کی جمعیت العلماء کے صدر، جمعیۃ کے آزاد مدارس کے نگران اعلیٰ اور ہفت روزہ آرگن "البصائر"

Marfat.com

کے چیف ایڈیٹر ——— جو کارنامہ ان حضرات نے انجام دیا اس کے بارے میں مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم ہمیں یوں آگاہ کر چکے تھے؛

"(الجزائر کی) جمعیتہ العلماء حکومت کے سیکولر بلکہ مسلم کش نظام تعلیم کے مقابلے میں ایک متوازی نظام کامیابی کے ساتھ چلا رہی ہے اور اس کے ثمرات زندگی کے ہر شعبہ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ حکومت پریشان ہے کہ کیا کرے؟ طرح طرح کے روڑے اٹکاتی ہے مگر یہ تہذیبی اور مذہبی اصلاح کی دعوت نہایت خوبی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے موجودہ دور میں کسی مسلمان ملک میں ایسے منظم اور آزاد نظام تعلیم کا سراغ نہیں ملتا۔"

ے جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

علامہ بشیر ابراہیمی اور ان کے رفقاء اس اصلاحی اور تعمیری کام کے ساتھ ساتھ جنگ آزادی میں بھی عظیم کردار ادا کرتے رہے۔ عالم اسلام کے مسائل کا فہم اور الجزائر میں حریت فکر اور سیاسی آزادی کا احساس کا پیدا کرنے میں انہوں نے زبردست حصہ لیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک پوری نسل ان کے افکار کی چھاؤں میں پروان چڑھی ہے۔ ان پر پابندیاں بھی لگیں۔ جیل بھی بھیجے گئے۔ ملک بدر بھی کیا گیا۔ لیکن مساعی میں کوئی کمی نہ آئی۔

پاکستان میں تحریک اسلامی سے ان کو خصوصی محبت تھی۔ مولانا مودودی کے ذکر پر ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی۔ بار بار کہتے مودودی اسلام کی زبان اور اس کی تلوار ہے۔ وہ اس دور کا سب سے بڑا مسلمان مفکر ہے ——— وہ ہم لوگوں سے بڑی محبت کرتے تھے اور اس محبت کا بڑا سبب

Marfat.com

بھی مولانا مودودی اور ان کی فکر سے ہمارا تعلق تھا۔

بشیر الابراہیمی کی زندگی کے جس پہلو کا مجھ پر سب سے زیادہ اثر ہوا وہ حق کے لیے ان کی مستعدی تھی۔ نہ انہیں اپنے ضعف کا خیال تھا، نہ بڑھاپے کا۔ اپنی صحت تک کی ان کو فکر نہ تھی۔ اگر کوئی لگن تھی تو صرف یہ کہ ہر لمحہ اسلام کی خدمت میں صرف ہو جائے۔ الجزائر کے مسئلے کا تعارف کرانے اور اس کے لیے رائے ہموار کرنے کے لیے میں نے ان کو اتنا بے چین پایا جتنی ایک ماں اپنے بیمار بچے کی دوائی کے حصول کے لیے بیتاب ہوتی ہے۔

یوں علامہ بشیر ابراہیمی کی پوری زندگی جہاد بن گئی۔ ایک عمر فرانس کے خلاف لڑتے رہے۔ لیکن آزادی کا سورج طلوع ہونے کے بعد بھی جب ملک میں حقیقی روشنی پیدا نہ ہو سکی تو جلد ہی نیا محاذ کھل گیا۔ بوڑھا مجاہد پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا اگر آزادی کے بعد ایک لڑائی اور درپیش ہے تو یہ بھی سہی! جمعیت نے اسلامی دستور اور اسلامی نظام کا مطالبہ اٹھایا۔ اقتدار کی پیشانی پر شکنیں پڑنے لگیں لیکن جو خاندان استعمار کے آگے نہ جھکے تھے وہ ان سے کیا متاثر ہوتے؟ سینہ سپر ہو گئے۔ بوڑھے مجاہد نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تم نے یہ لڑائی اسلام کے لیے لڑی تھی اور جب تک اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہو جاتا تمہاری لڑائی جاری رہے گی۔"

بوڑھا مجاہد نظر بند کر دیا۔ خود اس کا گھر اس کے لیے جیل بنا دیا گیا۔ اور پھر اسی نظر بندی کی حالت میں جون ۱۹۶۵ء کا وہ دن آیا۔ بوڑھے مجاہد کی روح اپنے رب کی طرف پرواز کر رہی تھی۔ شاداں و فرحاں

Marfat.com

مطمئن اور مسرور۔ اپنی استقامت اور اپنی یکسوئی کی بدولت اس نے سفرِ حیات کی ساری مسافت بڑی آسانی سے طے کر لی تھی۔

ڈگمگائے بغیر۔ کسی تذبذب کا شکار ہوئے بغیر۔

کچھ لوگ کہہ رہے تھے بوڑھا مجاہد بدنصیب تھا، غلامی کے زمانے میں بھی مصیبتیں اٹھاتا رہا اور آزادی کے بعد بھی۔

لیکن جیسے ایک آواز کہہ رہی تھی:

"بدنصیب وہ نہیں جو حق کی خاطر لڑے اور اس کی راہ میں جان دے دے۔ وہ بدنصیب نہیں، وہ تو شہید ہے۔ بدنصیب وہ ہیں جو حق سے غافل ہوں اور حق کی پکار پر بھی خاموش نظر آئیں۔

دنیا کی چند روزہ زندگی کی مصیبتیں ہی کیا ہیں اصل مصیبت اور عذاب تو آخرت کی باز پرس اور جہنم کی آگ ہے۔ جس نے اس سے محفوظ رہنے کی کوشش کی، اس سے زیادہ کامیاب کون؟"

Marfat.com

صبر و استقامت کی مثالی خاتون

محترمہ زینب الغزالی، اخوان کی نامور تحریکی قائدہ ہیں، بڑی سرگرم، متحرک، دینی بصیرت و بصارت صلاحیت سے بھرپور خاتون ہیں۔ عمر کا بیشتر حصّہ تحریکی سرگرمیوں اور مصری حکمرانوں کے عتاب میں گزرا۔ ناصری دور حکومت میں جیل کی سلاخوں میں رہیں، مصائب و مشکلات کا بہت جرأت سے مقابلہ کیا، گو کہ اب پابند سلاسل نہیں ہیں لیکن تحریکی سرگرمیوں پر پابندی برقرار ہے۔ اس کے باوجود وہ خواتین میں دینی جوش و ولولہ پیدا کرنے اور ان کی رہنمائی کرنے میں مشغول ہیں۔

"ایّامُ مِن حیاتی" آپ کے قلم سے تحریکی مجاہد اور اس کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات کی سچی کہانی ہے۔ جس کا ایک باب "نگار خانہ عظمت میں" پیش کرنے کی سعادت کا باعث ہے۔ اور اس راہ پر گامزن اصحاب کے لیے مشعلِ راہ۔

۱۹۶۴ء کی بات ہے۔

موسمِ گرما کی ایک شام تھی جب میں اپنے گھر آ رہی تھی۔ اچانک میرا تانگہ دوسرے تانگے سے ٹکرا کر الٹ گیا اور میں نیچے آ رہی۔ چوٹ انتہائی شدید لگی تھی اور میں بیہوش ہو گئی تھی۔ چوٹ کی شدّت رہ رہ کر مجھے جگا دیا کرتی تھی۔ میرے آس پاس جو حادثہ پیش آیا مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔ ہاں کوئی شخص

Marfat.com

انتہائی خوف و وحشت کے عالم میں میرا نام لے کر پکار رہا تھا، پھر میرے ہوش جاتے رہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے صیلو پوبس اسپتال میں اپنے آپ کو موجود پایا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرے دائیں جانب میرے شوہر، بھائی بہنیں اور تحریکی احباب موجود ہیں جن میں مرد و خواتین دونوں شامل ہیں۔ لیکن کام ہی لوگ خوف و وحشت اور کرب و بے چینی محسوس کر رہے تھے جس کا اظہار ان کے چہروں سے ہو رہا تھا اور غور سے دیکھنے پر اس کا پتہ چلتا تھا۔

میری آنکھ کھلی تو زبان پر "الحمد للہ الحمد للہ" کے کلمات جاری تھے بس جیسے پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان سے پوچھ رہی تھی کہ یہ کیا ہو گیا؟ چند ہی ثانیے گزرنے کے بعد میرے ہوش پھر جاتے رہے اور میری آنکھ اس وقت جب اسپتال کی ایک لیڈی ڈاکٹر دو تیمارداروں اور دو نرسوں کے ساتھ مجھے ایکسرے روم میں لے جانے کے لیے میرے پاس آئی۔ لیڈی ڈاکٹر کو دیکھ کر مجھے وہ حادثہ یاد آ گیا جو میرے ساتھ پیش آیا تھا۔ میں نے اپنے شوہر کو یہ کہتے سُنا: "شکر ہے خدا کا کہ اس نے انہیں سلامت رکھا۔" اور میری طرف متوجہ ہو کر بولے: اللہ کی بندی اس کا شکر ادا کر۔

میں نے اپنے کوچوان کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بحمدہ اللہ بخیر ہے اور اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ اس کے دماغ میں چوٹ آ گئی ہے۔

مجھے ایکسرے روم میں لے جایا گیا۔ جب میری ران کی ہڈی میں فریکچر کا پتہ چلا تو میری پنڈلی آہنی شکنجے میں ڈال دی گئی اور سرجری کرنے کا آرڈر ہو گیا۔ میں یہ منظر دیکھ کر گھبرا سی گئی، اپنے شوہر سے اس کی وجہ

Marfat.com

دریافت کی تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابھی آپ کو ڈاکٹر عبد اللہ۔۔ جنکی زیر نگرانی میرا علاج چل رہا تھا۔ کی ہدایت پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میرے شوہر انہی ڈاکٹر کے پاس گئے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ میری ٹانگ کی دیکھ بھال کرنے آگیا اور ان کے آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ مجھے ہدایت دے دیں کہ میں کوئی بھی کام ہرگز نہ کروں، اس ساری کارروائی سے میرے شوہر کا منشا یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ میرے پاس خواتین کی تنظیم سے متعلق کاغذات یا خبریں پہنچنا بالکل ممنوع ہے۔ جب میں نے زور دے کر کہا کہ معاملہ ذرا گمبھیر معلوم ہو رہا ہے اور یہ میری توقعات کے خلاف نہیں ہو سکتا تو میرے شوہر اپنی بات پر اڑے رہے وہ ہے (یعنی یہ کہ ڈاکٹر کی ہدایت ایسی ہی ہے حالات خواہ کیسے بھی ہوں۔)

چند دن اسی حالت میں گزرے۔ امید تھی کہ ڈاکٹر مجھے بستر ہی پر تنظیم خواتین سے متعلق کام کرنے کی اجازت دے دے گا۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ معاملہ کچھ ضرور سنگین ہے جسے یہ سارے لوگ مجھ سے چھپا رہے ہیں، حتیٰ کہ میرے شوہر تنظیم خواتین کے سیکرٹری اور عیادت کو آنے والے احباب بھی اس معاملہ میں راز داری سے کام لے رہے ہیں۔ بات یہیں تک ہوتی تو غنیمت ہوتا تنظیم خواتین کی انتظامی امور کی خاتون سیکرٹری بھی اخفا سے کام لے رہی تھی جو کہ برابر مجھے دیکھنے آیا کرتی تھی تنظیم کے سلسلہ میں میرے سوالات کا برجستہ جواب جس طرح وہ دے رہی تھی اس سے یہ محسوس کرتی تھی کہ ہے کوئی بات ضرور جسے یہ مجھ سے چھپا رہی ہے

ایک دن شام کا وقت تھا، وہ خاتون سیکرٹری میرے پاس آئی۔ میں نے اس سے خاطر جمع رکھنے کو کہا اور اسے ہمت دلائی کو جو کچھ وہ

Marfat.com

اور میرے شوہر چھپائے ہوئے ہیں، مجھے بتا دے۔ اب جو معاملہ سامنے آیا تو انتہائی سنگین نکلا، میرے وہی شوہر جو مجھے ہمت اور حوصلہ بخشتے تھے اور صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین کیا کرتے تھے، اب انہیں کا موقف بدلا ہوا نظر آیا۔

اس خاتون سے میں نے وہ کاغذات لے لئے تو کیا دیکھتی ہوں کہ یہ تو تنظیم خواتین (جماعتہ السیدات المسلمات) کے ہیڈ کوارٹر (مرکز) پر پابندی لگائے جانے کا فیصلہ ہے۔ سیکرٹری مجھ سے کہنے لگی! آپ کے لئے تو قدرتی طور پر یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہے۔"

پھر مجھے مظہر عاشور نام کے ایک دوسرے اسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں ہڈیوں کی سرجری میں بے ہوش کرنے اور عضو کو سن کرنے سے لے کر ہوش میں لانے تک کل ساڑھے تین گھنٹے لگ گئے اس کے بعد میں کچھ دن وہاں رہی حالانکہ خطرات میرے ارد گرد اپنا گھیرا ڈال رہے تھے...

خطرہ علی حالہ قائم و برقرار رہا۔ وہاں کی گفت و شنید کو میں غور سے سننے لگی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ حادثہ کوئی اتفاقی نہ تھا بلکہ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت وقوع پذیر ہوا تھا اور اس کا بند و بست جمال عبد الناصر کی انٹیلیجنس نے مجھے ختم کرنے کے لئے کیا تھا۔ پھر مسلسل اور متواتر خبروں نے میرے اس شبہ کو مزید تقویت پہنچائی اسپتال میں قیام کے دوران مسلمان نوجوانوں کی ایک ٹیم خیر و عافیت پوچھنے کے لیے روزانہ آیا کرتی تھی۔ ان نوجوانوں میں عبد الفتاح عبدہ اسمٰعیل پیش پیش تھے اور انہیں کے ساتھ یہ لوگ عیادت کے لیے آیا جایا کرتے تھے۔ جب مجھے ان خبروں کا علم ہوا تو میں نے عبد الفتاح اسمٰعیل سے کہا کہ یہ لوگ میرے پاس آنا جانا کم

Marfat.com

کر دیں مگر ان نوجوانوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور میری عیادت پر وہ اصرار کرتے رہے۔

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ "جماعۃ السیدات المسلمات (مسلم خواتین کی تنظیم) کے ایڈمنسٹریٹو سیکرٹری فائل لے کر میرے پاس آئے۔ چونکہ میں مسلم خواتین کی اس تنظیم کی صدر تھی اس لئے وہ فائل میرے سامنے پیش ہوتی تھی۔ کمرے میں ایک تو میرے شوہر تھے۔ اور دوسرے، "اخوان المسلمون کے مرشد عام الاستاذ حسن الہضیبی کی محترمہ تھیں، اس سیکرٹری کو ابھی میرے سامنے کاغذات پیش کرنے کا موقعہ بھی نہ ملا تھا کہ میرے شوہر اس کی طرف تیزی سے جھپٹے اور اس کے ہاتھ سے فائل لے لی اور اسے کمرے سے باہر لے گئے۔

وہ سیکرٹری کو کچھ سمجھا رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ انہوں نے پہلے تو میرے سامنے کاغذات پیش کرنے سے منع کیا اور پھر اس کے بعد انہوں نے یہ کارروائی کی۔

میں نے کہا! ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔ البتہ حکومت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تنظیم کو بین کر دے اس لیے کہ یہ تو ایک اسلامی جماعت ہے۔

خاتون نے جواب دیا۔ کسی کی یہ مجال نہیں کہ حکومت سے یہ بات کہہ سکے۔ ہم نے اپنے طور پر اس سلسلہ میں بڑی جدوجہد اور کوشش کی لیکن جمال عبدالناصر تنظیم پر پابندی لگانے پر مصر ہے۔ محترمہ! اسے تو آپ کی ذات ہی سے چڑ ہے۔ کسی کی زبان سے آپ کا نام سننا تک اُسے گوارا نہیں۔ جب کبھی اس کے سامنے آپ کا نام آجاتا ہے تو وہ غضب ناک ہو جاتا ہے اور پھر اس شخص سے ملنے تک سے اِنکار کر دیتا ہے۔

Marfat.com

میں نے کہا شکر ہے خدا کا جس نے اس کے دل میں میرا خوف پیدا کر دیا۔ وہ اب مجھ سے عناد رکھتا ہے اور مجھے بھی اس سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ ہم مجاہد قوم ہیں اس کے ظلم و ستم سے تو ہم اپنے ضمیر کو اس راہ کی سختیاں جھیلنے میں زیادہ مطمئن کر سکیں گے۔ یہ تو توحید کی راہ ہے اور بحکم الٰہی اسے غلبہ نصیب ہو کر رہے گا اس کے لیے ہم جو حقیر ترین قربانی پیش کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس راہ میں ہم شہید ہو جائیں۔

مسلم خواتین کی تنظیم کو تحلیل کر دینے کا حق جمال عبدالناصر کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دین کے جھنڈے کو سربلند کرتا ہے اور جس جھنڈے کو اللہ سربلند کرے اسے کوئی بشر سرنگوں نہیں کر سکتا۔

اس نے باچشم پرنم کہا! نہیں گو کہ معاملہ سنگین ہو چکا ہے مگر اللہ کی ذات سے امید ہے کہ آپ پر پابندی نہیں لگے گی۔

اور یہ ممکن ہے کہ آپ کی باتوں کو ٹیپ کیا جا رہا ہوں یا واقعی انہیں ٹیپ کر لیا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں آس پاس ٹیپ ریکارڈ رکھا ہوا ہو۔

خاتون سیکرٹری مجھ سے یہ ساری باتیں سرگوشی کے انداز میں کر رہی تھی غالباً وہ اپنی گفتگو کے ٹیپ ہو جانے کے اندیشہ سے خوفزدہ تھی۔

وہ کہہ رہی تھی بہن! آپ سے میری مختصر سی درخواست ہے۔ وہ یہ کہ آپ اس کاغذ پر دستخط فرما دیں۔ جب اس پر آپ کے دستخط ہو جائیں گے تو پابندی کا حکم اٹھا لیا جائے گا۔

میں نے اس سے کہا! ذرا دکھاؤ آخر یہ کیا چیز ہے؟ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ تو "الاتحاد الاشتراکی العربی" (عرب اشتراکی فیڈریشن) کا خادم ہے۔

Marfat.com

یہ دیکھ کر میں نے کہا ! بخدا ! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میرے ہاتھ شل ہو جائیں اگر اس پر میں دستخط کر دوں ! اللہ کے سامنے کیا جواب دونگی کہ میں نے اس کاغذ پر دستخط کر کے جمال عبدالناصر کی اس طاغوتی حکومت کو تسلیم کر لیا جس کے ہاتھ عبدالقادر عودہ شہید اور ان کے ساتھیوں کے خون سے آلودہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے پاکباز و پاک طینت موحّدین کے خون سے ہولیاں کھیلی ہیں وہ بلاشبہ اللہ اور مومنین کے دشمن ہیں۔ ہمارے دستخط کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ہماری تنظیم کا مرکز سیل کر دیا جائے۔

"کیا آپ مجھے اپنی بیٹی سمجھتی ہیں"؟ اس نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

اس نے کہا ! ہم اس موضوع کو تو چھوڑ ہی دیں گے لیکن اس کاغذ پر تو ہرگز ہرگز دستخط نہ کریں گے اس میں تو طاغوت سے دوستی کا عہد ہے اور میرے لیے یہ کام کرنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے جو پسند فرماتا ہے وہی کرتا ہے۔

اسپتال کے دن ختم ہوئے اور پابندی سے علاج جاری رکھنے کے ساتھ مجھے ڈسچارج کرنے کا حکم صادر ہو گیا۔

Marfat.com

مراکشی خاتون نادیہ لبیبی

جذبہ ایمان کی مثال

میرا رخ اسلام کی جانب موڑنے میں میرے والد کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ میرے والد ابتدائی زندگی میں زیادہ دیندار نہ تھے لیکن ان کے اندر بتدریج تبدیلی آئی اور اسلام میں ان کا شغف بڑھنے لگا۔ وہ ایک عام مسلمان کی طرح تھے اور دین کے بارے میں ان میں زیادہ جوش و خروش نہ تھا۔ وہ بڑے محنتی آدمی تھے اور شعبۂ تعلیم میں ان کی کارکردگی نمایاں تھی۔ میرے والد اور میری والدہ مغربی طرز زندگی کے عادی تھے اس لیے ان کی خواہش تھی کہ میں فرانسیسی کلچرل مشن اسکول میں تعلیم پاؤں۔ لیکن میرے والد مغربی تہذیب میں بالکل بہہ نہیں گئے تھے۔ ان کا اسلامی ضمیر زندہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ مجھے اسکول چھوڑنے جاتے تو راستے میں مجھ سے قرآن کی آیات سنتے۔ پھر ان کے اندر تبدیلی ظاہر ہونے لگی۔ انہوں نے ملک کے طول و عرض کا سفر کیا۔ اور شدت کے ساتھ مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ گویا کسی چیز کی تلاش میں ہوں۔ وہ رفتہ رفتہ صوفی ہوتے گئے اور سات برس تک ایک صوفی مسلک کے ساتھ منسلک رہے، لیکن پھر ان کا اس مسلک پر اطمینان نہ رہا اور وہ اس سے الگ ہو گئے۔

میرے والد محکمۂ تعلیم کے شعبۂ تربیت کے انچارج تھے۔ جب وہ صوفی

Marfat.com

ہو گئے تو اسلام کے خلاف ذرا سی بات بھی انہیں سخت کھٹکنے لگی تھی۔ ان کا یہ شدید ردعمل دیکھ کر حکّام نے انہیں ملازمت سے معطّل کر دیا۔ جب انہوں نے شاہ مراکش کو ایک مکتوب لکھا جس میں انہوں نے انتظامیہ میں پھیلی ہوئی وسیع بدعنوانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے شاہ سے کہا تھا کہ ملک کی اصلاح کا واحد راستہ خود بھی شریعت پر کاربند ہونا اور ملک کو بھی اس پر کاربند کرنا ہے تو انہیں تین سال کے لیے پاگل خانے میں بند کر دیا گیا۔

میرے والد کی تبدیلی نے میری تعلیم کا رخ بھی موڑ دیا۔ میں جب کبھی ان سے ملاقات کے لیے پاگل خانے جاتی تو وہ مجھ سے دین کی باتیں کرتے اور پردے کی حکمتیں بیان کرتے۔ انہوں نے مجھے قائل کر لیا کہ عورت کے لیے پردہ خود اس کے اپنے مفاد میں ہے لیکن انہوں نے مجھے کبھی بھی اپنے لباس کی تبدیلی پر مجبور نہیں کیا۔ انہوں نے میرے اندر ایمان کی روح پھونک دی لیکن ظاہراً مجھے کبھی بھی دین کی پابندی کا حکم نہیں دیا۔ وہ میرے سامنے اپنی آراء دلائل کے ساتھ بیان کر دیتے اور فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیتے۔ انہوں نے اپنا فیصلہ مجھ پر کبھی ٹھونسا نہیں تھا۔ جب وہ تین سال قید کاٹ کر آئے تو میں ابھی تک مغربی لباس ہی پہنتی تھی

ایک دن میرے والد نے کہا۔ ہمارا رشتہ دو نوع کا ہے۔ ایک خونی رشتہ جس سے نہ انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ جسے توڑا جا سکتا ہے۔ دوسرا رشتہ ایمانی ہے جو ہر مسلمان کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ رشتہ اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب ایمان کی کوئی رمق باقی نہ رہے تو پھر یہ رشتہ بھی باقی نہیں رہتا۔ میں تم سے دوسرا رشتہ یعنی ایمانی رشتہ توڑ رہا ہوں۔ میں نے تعجب سے کہا۔ ابّا آپ یہ کیسے کر سکتے ہیں؟۔

Marfat.com

مجھے اپنے والد کی بات کا صحیح مفہوم اس وقت معلوم ہوا جب یونیورسٹی میں پڑھنے والی میری ایک سہیلی نے مجھے ایک مصری عورت کے بارے میں کتاب دی جسے ناصر کے زمانے میں قید کیا اور اس کو تعذیب دی گئی تھی۔ لیکن اس اللہ کی بندی نے ہر تشدد کو پامردی سے برداشت کیا لیکن اپنے دینی موقف سے رتی برابر نہ پھری۔ اس کتاب سے میں بے حد متاثر ہوئی۔ (یہ کتاب سید قطب شہیدؒ کی ہمشیرہ زینب الغزالی کی داستان اسیری تھی) اس کتاب کو پڑھ کر مجھے معلوم ہوا کہ میں حقیقت میں بزدل ہوں۔ جب میں اللہ پر ایمان رکھتی ہوں، اور جانتی ہوں کہ مسلمان عورت کے لیے پردے کا حکم ہے تو پھر میں اس پر عمل کیوں نہیں کرتی؟ یہ میری کمزوری اور بزدلی کی علامت تھی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا ایک وہ مومن عورتیں ہیں کہ جن کو عذاب دیا جاتا ہے لیکن وہ پھر بھی اپنے ایمان سے نہیں ہٹتیں۔ اور ایک میں ہوں کہ میں آزاد ہوں، میرے سر پر کوئی ہتھوڑا لئے نہیں کھڑا ہے پھر بھی اسلام کے حکم کے مطابق پردہ نہیں کرتی ہوں۔

اسی سہ پہر کو میں نے برقع خرید لیا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان عورت پسماندہ ہو کر رہ گئی ہے وہ جاہل اور بے علم ہیں۔ اسلام نے عورت کو اس کا تشخص بخشا ہے، عورت کو اقتصادی خود مختاری عطا کی ہے۔ عورت کو شریعت نے جو حصہ دیا ہے اس میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا نہ اس کا باپ، نہ خاوند اور نہ بھائی، جبکہ

مغرب میں عورت تک اپنا الگ بنک اکاؤنٹ
بھی نہیں کھول سکتی۔ پانچ برس ہوئے کہ فرانس
میں عورت کو اپنا الگ اکاؤنٹ کھولنے کی اجازت

Marfat.com

دی گئی ہے۔ اس سے قبل عورت صرف خاوند کی اجازت ہی سے اپنا اکاؤنٹ کھول سکتی تھی مجھے افسوس ہے کہ ہمارے علماء بھی کم نگاہی کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سناتی ہوں۔

مراکش کا ایک ٹیلی ویژن پروگرام خصوصی طور پر عورتوں کے لئے رکھا جاتا تھا۔ اس میں علماء کا ایک بورڈ خواتین کے سوالات کے جوابات دیتا تھا۔ ایک دفعہ میں یہ پروگرام سن رہی تھی کہ ایک عورت نے علماء کے بورڈ سے پوچھا۔ میرا خاوند مر گیا ہے، میرے چھ بچے ہیں، لیکن میرا کوئی ذریعہ روزگار نہیں ہے۔ کیا میں اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے اپنا جسم فروخت کر سکتی ہوں؟ بورڈ کے ایک عالم نے کہا اضطرار کے اس عالم میں تمہارے لئے یہ جائز ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا یہ فتویٰ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے، کیا اس عالم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اسلامی ریاست کے بھی بعض فرائض ہیں، اگر کوئی فرد بے سہارا ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کی دستگیری کرے۔ کیا حضرت عمرؓ راتوں کو گشت کر کے رعایا کی ضروریات کی تحقیق نہیں کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

لیکن جب ہم اسلام سے کٹ کر سوچتے ہیں تو ہمارے مسائل کی الجھنوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مرد نے خدا کو فراموش کیا ہے تو عورت بھی اس غفلت کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہو گئی ہے۔ عورت کے مسائل مرد کے مسائل سے الگ نہیں کیے جا سکتے۔ اگر عورتوں میں آزادیٔ نسواں کی تحریک جاری ہے تو مردوں میں بھی ہم جنسیت کی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی ہے
یہ سارا عذاب خدا فراموشی کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

۲۴ شیخ تقی الدین ہلالی مراکشی

کیا آپ نے قرآن عربی میں پڑھا ہے؟

چند سال قبل کی بات ہے کہ میں پیرس میں جماعت موحدین کے ایک اپنے بھائی کے یہاں مقیم تھا میں نے سن رکھا تھا کہ مشہور سرجن ڈاکٹر موریس بوکائی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے واضح کیا ہے کہ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے۔ جس کے بارے میں ہر وہ شخص جو عصری علمی ثقافت سے مزین ہو یہ اعتقاد کر سکتا ہے کہ وہ منزل من اللہ ہے اس میں نہ ایک حرف زائد ہے اور نہ کم ہے میں نے اپنے میزبان سے کہا میں ڈاکٹر موریس بوکائی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کا کیا سبب ہے۔ لیکن میرے میزبان سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا اس نے ڈاکٹر موریس بوکائی سے کہا، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی یہاں موجود ہیں ان کی عمر ۸۷ سال سے زائد ہو چکی ہے وہ آپ سے ملاقات اور گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر نے کہا میں خود ان سے ملوں گا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ آ گئے ہمیں بہت خوشی ہوئی۔

میں نے ان سے کہا کہ میں آنجناب کی اپنی کتاب "التوراۃ والانجیل والقرآن فی نظر العلم العصری" کی وجہ تالیف معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

Marfat.com

ڈاکٹر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے جب کوئی سرجری کا محتاج مسلم مریض ان کے پاس آتا تو اس کا علاج کرتے اور علاج کی تکمیل اور مریض کے شفایاب ہو جانے پر اس سے پوچھتے کہ "قرآن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" کیا اسے اللہ نے محمدؐ پر نازل کیا ہے؟ یا وہ محمدؐ کا کلام ہے اور انہوں نے غلط طور پر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے — ؟ وہ مجھے جواب دیتا وہ اللہ کی طرف سے ہے اور محمد سچے ہیں لیکن میں اس سے کہتا کہ میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ نہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور نہ محمدؐ سچے ہیں اس پر وہ چپ رہتا۔ ایک زمانہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل بن عبدالعزیز آئے۔ میں نے ان کا بھی علاج کیا اور وہ شفایاب ہو گئے ان سے بھی وہی سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ — قرآن حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ میں نے کہا مگر میں ان کی سچائی کا قائل نہیں ہوں تو شاہ فیصل نے کہا۔ کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے اور غور بھی کیا ہے بولے آپ نے قرآن اس کی زبان میں پڑھا ہے؟ یا غیر زبان میں۔ میں نے کہا ترجمہ پڑھا ہے۔ تو انہوں نے کہا تب تو آپ ترجمہ نگار کے مقلد ہوئے اور تقلید کرنے والے کو علم نہیں ہوتا وہ حقیقت کو جھانک کر نہیں دیکھتا۔ وہ مترجم سے کوئی بات سنتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے اور مترجم غلطی یا عمداً تحریف سے معصوم نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے عہد کیجئے کہ آپ عربی زبان سیکھیں گے اور اسے عربی میں پڑھیں گے۔ اس وقت مجھے امید ہے کہ آپ کا یہ غلط اعتقاد بدل جائے گا۔

ڈاکٹر موریس کا بیان ہے کہ مجھے ان کے اس جواب سے تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ آپ سے پہلے بہت سے مسلمانوں سے میں نے یہ سوال کیا مگر جواب آپ

Marfat.com

کے پاس لا پایا۔

پھر میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر یہ عہد کیا کہ اب قرآن یا محمدؐ کے بارے میں کوئی گفتگو اس وقت تک نہ کروں گا جب تک کہ عربی زبان سیکھ کر قرآن اس میں نہ پڑھ لوں اور غور نہ کر لوں تاکہ تصدیق یا تکذیب کا جو نتیجہ ہو وہ ظاہر ہو جائے۔

اور اسی دن میں پیرس کی سب سے بڑی یونیورسٹی گیا اور اس کے شعبہ عربی کے ایک پروفیسر سے اجرت پر یہ طے کیا کہ وہ روزانہ میرے گھر آکر ایک گھنٹہ مجھے عربی سکھائیں۔ ہر دن آئیں یہاں تک کہ اتوار کو بھی جو آرام کا دن ہے۔

دو سال تک میرا یہی معمول رہا۔ اور کوئی گھنٹہ نہ چھوڑا۔ میں نے ان سے سات سو تیس سبق لیے اور قرآن غور سے پڑھا۔ پھر میں نے پایا کہ قرآن ہی وہ تنہا کتاب ہے جس کے بارے میں علوم عصریہ سے مزین شخص یہ اعتقاد رکھنے پر مجبور ہے کہ وہ منزل من اللہ ہے نہ اس میں ایک حرف زائد ہے اور نہ کم رہے تورات اور اناجیل اربعہ تو ان میں اس قدر کثرت سے جھوٹ ہے کہ کوئی عصری عالم ان کی تصدیق نہیں۔

میرے اور ان کے درمیان جو گفتگو تھی ختم ہو گئی۔ لیکن حاضرین میں ایک مراکشی نوجوان بھی تھا جس نے طب کی تعلیم مراکش میں حاصل کی تھی اور فرانس اسے ٹریننگ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر موریس بوکائی سے کہا لیکن قرآن سورہ لقمان کے آخر میں کہتا ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام . . . اور علماء اسلام کہتے ہیں کہ ان پانچ کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے حالانکہ جو کچھ ارحام میں ہے اسے علماء عصر (ڈاکٹر)

Marfat.com

جانتے ہیں۔

اس پر ڈاکٹر موریس کافی غصہ میں آگئے اور بولے یہ جھوٹ ہے۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ڈاکٹر ہو اس لئے میرے ساتھ ولادت کے مخصوص ہسپتال چلو اور مجھے علمی دلیل سے بتاؤ کہ ان کے ارحام میں کیا ہے

پھر ڈاکٹر موریس نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس قسم کے نوجوان اس مجلس میں ہیں تو میں آپ کی ملاقات کو نہ آتا

(عربی سے ترجمہ)

(ہفت روزہ الیشام)

Marfat.com

وہ گاؤں
جس نے مرنے سے انکار کر دیا

اب سورج کافی بلند ہو چکا تھا اور موسم گرما کے اواخر کا گرم دن تپنا شروع ہو گیا تھا گل عالم جس کی عمر چالیس سے کچھ اوپر ہو گی نماز جمعہ کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ وہ اسی راستے سے مسجد کی طرف جا رہا تھا جس سے وہ بالعموم جایا کرتا تھا لیکن اس کو اس امر کا احساس بھی نہیں ہوا ایک خطرہ اس کی تاک میں ہے۔

وہ ابھی چند قدم ہی گیا ہو گا کہ روسی جارحیت کا شکار ہو گیا۔ گل عالم کا گاؤں روخے اس سے قبل بھی شدید روسی بمباری کا نشانہ بنا تھا۔ لیکن اسے یہ خیال نہ تھا کہ اب یہ حملے زمین سے بھی ہوں گے۔ گل عالم کا پاؤں ایک چھوٹے سے چوڑے پتھر پر پڑا ہی تھا کہ ایک زور کا دھماکہ ہوا، یہ روسیوں کی پھینکی ہوئی سرنگ تھی۔ سرنگ کے دھماکے کے ساتھ ہی گل عالم کو زخمی حالت میں اٹھا کر اس ہسپتال لے گئے جو فرانسیسی ڈاکٹروں نے پہاڑ کی کھوہ میں بنا رکھا تھا۔ ڈاکٹروں نے اس کی لٹکتی ہوئی ٹانگ کو کاٹ دیا کیونکہ اب اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہ رہی تھی۔ لیکن گل عالم کا زخم پھر بھی اچھا نہ ہوا اور تین دن میں یہ ناسور بن گیا۔ گل عالم کی ٹانگ پہلے گھٹنے کے نیچے سے کاٹی گئی تھی ناسور بننے کے بعد ڈاکٹر اسے گھٹنے کے اوپر سے کاٹ دینے پر

Marfat.com

مجبور ہو گئے۔

گل عالم چارپائی پر پڑا ہوا تھا اور اس کے بائیں بازو میں گلوکوز لگا ہوا تھا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے باریک سے قطرات چمک رہے تھے۔ گل عالم کی داڑھی ابھی تک سیاہ تھی، وہ بڑا ہمت ور شخص تھا لیکن نقاہت کے باعث اس کی آواز مدھم تھی۔ روسیوں کی آمد سے قبل وہ کابل میں بطور مکینک کام کرتا تھا۔ جب حالات زیادہ خراب ہو گئے تو وہ کابل سے اپنے گاؤں روخے آ گیا۔ لیکن جب یہ بھی اندھادھند روسی بمباری کی وجہ سے محفوظ نہ رہا تو اس نے اپنی بیوی اور تین بچوں کو دوبارہ کابل بھیج دیا۔

گل عالم نے کہا۔ میں نے اپنی زندگی کا آغاز راج گیری کیا تھا۔ لیکن اس سے بمشکل گزارہ ہوتا تھا میں دوسروں کے گھر بناتا تھا۔ لیکن اپنا گھر نہ بنا سکا اب تو میں بالکل ہی ناکارہ ہو گیا ہوں۔ لیکن غم کی کوئی بات نہیں۔ میرے زخم اچھے ہو گئے تو میں پاکستان جا کر نئی ٹانگ لگوا لوں گا اور وطن واپس آ کر وادی پنج شیر میں دشمن سے نبرد آزما ہو جاؤں گا۔ اس سے قبل میرا ایک بھائی بھی جہاد میں شہید ہوا تھا۔

گل عالم کی دیکھ بھال کے لیے اس کا سب سے بڑا بچہ اور اس کا خسر تھا۔ بچے کی عمر چھ برس ہو گی۔ گل عالم کی بیوی کو اس کی خبر نہیں تھی کہ اس کا خاوند زخمی پڑا ہے کیونکہ چار روز قبل ہی وہ کابل گئی تھی۔ اگر گل عالم کا خسر کابل اپنی بیٹی کو یہ اطلاع دینے جاتا تب بھی خبر پہنچنے اور گل عالم کی بیوی کے گاؤں واپس آنے میں کئی دن لگ جاتے۔

روخے گاؤں میں ایک ہفتے کی مدت میں سرنگوں کا یہ دوسرا شکار تھا۔ گل عالم سے قبل میر آغا ایک نوجوان اس کا شکار ہوا تھا۔ اس کی دائیں ٹانگ

Marfat.com

اڑ گئی تھی۔ وہ چشمے سے پانی لینے جا رہا تھا کہ اس کا پاؤں ایک سرنگ پر پڑا۔ اب یہ سرنگیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں اور عام چھوٹے چھوٹے پتھروں میں سرسری نظر میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ روخے گاؤں کی یہ بدنصیبی تھی کہ اس پر اوپر سے بھی بمباری ہوئی اور اب نیچے سے بھی اس کو آزار پہنچایا جا رہا تھا۔ لیکن اہل دیہہ کے حوصلے پست نہیں ہوئے تھے۔ وہ حسب سابق پر عزم اور مضبوط تھے۔ جب اس گاؤں پر بمباری ہوئی تھی تو بہت سے باشندے گاؤں چھوڑ گئے تھے لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ پھر لوٹ آئے اور انہوں نے اپنے شکستہ مکانوں اور دکانوں کی مرمت اور تعمیر نو شروع کر دی۔

روخے وادی پنج شیر کے بعد عزم و ہمت کا دوسرا نشان بن گیا تھا۔ پچھلے برس روسیوں نے اس گاؤں پر شدید بمباری کی تھی، بمباری کے بعد ان کی کئی بکتر بند گاڑیاں گاؤں میں آکر جم گئیں۔ وہ اس گاؤں کو دس ماہ تک اپنی فوجی چوکی بنائے رہے ان کا خیال تھا کہ مجاہدین ان پر یہاں چھاپہ نہیں مار سکتے۔ لیکن ان کا یہ اندازہ صحیح نہ نکلا اس دس ماہ کی مدت میں مجاہدین نے ان روسیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ روسی اپنی تمام طاقت کے باوجود ان کو حملے کرنے سے روک نہیں سکے۔ بالآخر روسیوں نے اس گاؤں کو خالی کر دینے کا فیصلہ کیا۔ جب روسیوں نے پنج شیر وادی میں فائر بندی کا معاہدہ کیا تو اس گاؤں سے بھی نکل گئے لیکن جاتے جاتے یہ شرارت کر گئے کہ گاؤں کے مختلف اطراف میں سینکڑوں سرنگیں بکھیر گئے۔ بعض سرنگیں گھروں میں بھی بچھا دی گئی تھیں۔ اہل دیہہ جب روسیوں کے انخلاء کے بعد اپنے اپنے گھروں کو آئے تو بہت سے افراد گھر میں قدم رکھتے ہی زخمی ہو گئے۔

Marfat.com

مجاہدین کے ایک نوجوان کمانڈر نے بتایا کہ جب سے روسی اس گاؤں سے گئے ہیں تب سے ان سرنگوں سے تین افراد ہلاک اور ۲۲ زخمی ہوئے ہیں۔ ادھر بمباری کی وجہ سے گاؤں کے ۸۰ فیصد مکانات یا منہدم ہو گئے ہیں یا مرمت طلب ہیں۔

روسیوں کے باقیات میں اب یا تو ان کے چھوڑے ہوئے خالی خوراک کے ڈبے ہیں یا دیواروں پر ان کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اِن کے نام ہیں۔ ایک ناکارہ ہیلی کوپٹر بھی گاؤں کے باہر گرا پڑا ہے۔ ایک شخص نے ہیلی کوپٹر کو چائے کی دکان بنا لیا ہے۔ ایک اور بڑا ہیلی کوپٹر جو مجاہدین کے راکٹ کا نشانہ بن کر گِرا تھا۔ گاؤں سے کچھ فاصلے پر ایک کھیت میں پڑا تھا اس کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا۔ مبین نامی ایک دیہاتی نے لوگوں کی مدد سے ہیلی کوپٹر کو کھیت سے کھینچ کر سڑک کے کنارے لا کھڑا کیا اور اس میں اپنی دکان کھول لی۔

مجاہدین نے اس ہیلی کوپٹر سے تمام کار آمد پُرزے اور اسلحہ نکال لیا۔ صرف اس کے اوپر لگی ہوئی توپ نہیں اتاری مبین نے اس ہیلی کوپٹر کا ریسٹورنٹ بنا لیا۔ یہاں چائے بھی ملتی ہے اور آئس کریم بھی، یہ آئس کریم اصلی آئس کریم ہے کیونکہ پہاڑوں کی برف سے بنتی ہے۔

روخے گاؤں میں روسیوں کے اور بھی گرے پڑے ہتھیار ملے، مجاہدین ان کو ٹھیک کر کے پھر قابل استعمال بنا لیا مجاہدین وانت پیس کر کہتے ہیں۔ روسیوں کا جوتا روسیوں کے سر۔ مجاہدین مردہ روسی فوجیوں کے جسم سے بھی ہر چیز اتار دیتے ہیں اور جو چیز استعمال میں آسکتی ہو اسے استعمال میں لے آتے ہیں۔ مجاہدین روسیوں کی یہ چیزیں شاید انتقاماً استعمال کرتے ہیں مثلاً ہم نے ایک کیلنڈر دیکھا جس پر ایک مسکراتے ہوئے مجاہد کی تصویر تھی

Marfat.com

وہ روسی وردی پہنے اور روسی ہتھیار لیے ہوئے تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا؟ ظاہر ہے کہ مجاہدین روسیوں کا حقارت سے مذاق اڑاتے ہیں۔

روضے کی درمیان سڑک پر دو دکانوں پر پیراشوٹ بطور سائبان لگے ہوئے ہیں ایک اور دکان دار نے روسی دستی بموں کے باٹ بنا لیے ان سے وہ پھل اور سبزیاں تولتا ہے۔ اسی گاؤں میں ایک گھر کے باہر ایک روسی پیٹی کو گلدان کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس پیٹی میں مٹی بھر کر اس میں پودے لگا دیے گئے ہیں۔

اس گاؤں نے روسیوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر متعدد مرتبہ بمباری ہوئی لیکن یہ مرا نہیں۔ ایک تاجر عبدالقادر نے بتایا کہ اس نے اپنی دکان کی تین مرتبہ مرمت کی ہے ۱۹۸۰ء میں اس کی دکان پر پہلا حملہ ہوا تھا روسی بموں نے اس کی دکان کی اینٹ سے اینٹ بجادی عبدالقادر کی دکان کے علاوہ ۲۲ اور دکانوں کو بھی اس بمباری سے نقصان پہنچا۔

پچھلے برس مئی میں جب روسیوں نے اس گاؤں پر پھر حملہ کیا تو اس نے بعجلت تمام دکان سے اپنا سارا اثاثہ نکال لیا۔ اس کے بعد روسی اپنی بکتر بند گاڑیوں میں آ گئے۔ عبدالقادر کو ان کی آمد کا علم نہ تھا۔ وہ حسب معمول دکان پر گیا۔ تو روسیوں کے نرغے میں آ گیا۔ عبدالقادر نے فرار کی کوشش کی لیکن گولیوں کا نشانہ بنا۔ ایک گولی اس کے بازو میں لگی دوسری پیٹ میں۔ لیکن وہ معجزانہ طور پر بچ گیا۔ عبدالقادر نے اپنی روداد سناتے ہوئے کہا۔ میں بہر حال بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور پہاڑوں میں مجاہدین کے پاس چلا گیا۔

عبدالقادر جب صحت یاب ہو کر دوبارہ اپنے گاؤں آیا تو منظر دیکھ کر اس کا دل بیٹھ گیا اس کی دکان اور مکان کی ہر چیز غائب تھی۔

Marfat.com

نہ دکان میں مال باقی تھا نہ گھر میں کوئی پونجی رہی تھی۔ گھر کی کھڑکیاں دروازے تک غائب تھے۔ لیکن دل چھوڑنے کی بجائے اس نے ہمت سے کام لیا اور اپنے گھر اور دکان کی مرمت شروع کر دی۔

عبدالقادر جب اپنی داستان درد بیان کر رہا تھا تو اس کی آنکھوں میں عزم کی چمک نمایاں تھی۔ اس نے کہا روسی میرا گھر سو مرتبہ تباہ کریں میں اسے سو مرتبہ دوبارہ بناؤں گا۔

ایک اور دکان دار محمد حسن نے بھی اپنی ایسی ہی روداد سنائی۔ اس نے بتایا کہ پچھلے سال روسیوں نے گاؤں پر حملہ کیا تو وہ اپنے بال بچوں سمیت پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ محمد حسن نے کہا۔ میں نے ایک المناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا میں جب پہاڑ پر پہنچ گیا تو میں نے دیکھا کہ جو لوگ جان بچانے کے لیے گاؤں سے نکل رہے تھے توپ بردار ہیلی کوپٹر ان پر جھک کر گولیاں چلاتے تھے۔

میں نے جب محمد حسن سے ملاقات کی تو وہ اس وقت اپنی دکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی دکان کو اب لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا اور وہ چلم پی رہا تھا۔ اس نے چلم کا دم بھرتے ہوئے کہا۔ میں نے بچشم خود مجاہدین کو چار ہیلی کوپٹر مار گراتے دیکھا۔

محمد حسن نے کہا۔ میں اپنے بچوں سمیت پہاڑوں میں سات ماہ چھپا رہا۔ ہمارا ٹھکانہ ایک بڑی چٹان کی اوٹ تھی۔ بعض راتیں ایسی بھی آئیں کہ سردی کی وجہ سے ہم ایک لمحہ کے لیے بھی پلک جھپکا نہ سکے۔ ہم پر برفباری بھی ہوتی اور ہم نے فاقے بھی کاٹے۔ جب پہاڑوں کی سردی ناقابل برداشت ہو گئی تو میں اپنے بچوں کو لے کر تین ماہ تک ادھر ادھر گھومتا رہا۔ جب

Marfat.com

اطلاع ملی کہ روسی نامراد ہو کر گاؤں سے چلے گئے ہیں تب واپس آئے۔

ایک اور تاجر عبدالرشید سے ملاقات ہوئی اس کے گھر کا ایک حصّہ بمباری سے منہدم ہو گیا تھا اس نے بمشکل اس کی پھر تعمیر کرائی لیکن اب اس کے پاس مزید مرمت کے لیے پیسے نہیں ہیں اس نے کہا میری دکان خالی پڑی ہے لیکن میں اثاثہ کہاں سے لاؤں؟

اس نے انکشاف کیا کہ پچھلے برس روسی حملے میں اس کے دس عزیز شہید ہو گئے تھے اور خود وہ بھی زخمی ہوا تھا۔ ہم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ پچھلے برس وادی پنج شیر کی لڑائی میں اور رو خے گاؤں میں کتنے افراد ہلاک ہوتے تھے لیکن ہم کو اس کا صحیح تخمینہ نہ مل سکا احمد شاہ مسعود جو وادی پنج شیر کا کمانڈر رہے اس کا اندازہ ہے اس جنگ میں قریب ۱½ ہزار افراد شہید ہوئے۔ ان ڈیڑھ ہزار میں سے ۱۸۰ مجاہدین اور باقی عام شہری تھے۔ مجاہدین کے بیان کے مطابق روسیوں کا بھی بہت جانی نقصان ہوا۔ مجاہدین کے اندازے کے مطابق اس حملے میں کم از کم روسی فوج کے دو ہزار ہلاک و زخمی ہوتے تھے اور افغان حکومت کے ۱۲۰۰ سپاہی ہلاک یا گرفتار کیے گئے تھے۔

کمانڈر مسعود کے مطابق وادی پنج شیر کے چھ ہزار مکانات اور ۸۰٪ فیصد فصلیں تباہ ہوئی ہیں وادی کی آبادی حملے سے پہلے ایک لاکھ کے قریب تھی۔ نصف سے زائد پناہ لینے کے لیے کابل منتقل ہو گئی ہے کابل کی آبادی روسی فوج کی آمد سے قبل آٹھ لاکھ تھی لیکن اب یہ بارہ لاکھ ہو چکی ہے یہ اضافہ اندرون ملک کے پناہ گزینوں کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

افغان کہانیاں نمبر ٢

رابعہ

جذبہ عزیمت کی مثال

ایک افغان مہاجر کی زندگی کیسے گزر رہی ہے؟ اس کی طرف ہماری توجہ اب کم ہی جاتی ہے اور غالباً ہم یہ بھی بھول چکے ہیں کہ ہمارے ملک میں ہمارے لاکھوں کلمہ گو افغان بھائی اور بہنیں انتہائی کسمپرسی اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ اپنے گھروں سے اس لئے بے گھر ہوئے کہ ملحد دشمن نے ان کا جینا دوبھر کر دیا بے پناہ بمباری سے نہ ان کے گھر محفوظ ہے نہ کھیت۔

ایک افغان طالب علم انگلستان میں تعلیم پا رہا تھا ١٩٨٠ء میں جب روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو اس کی والدہ رابعہ نے اسے ایک خط لکھا جس میں یہ اشارہ تھا کہ ہمارے پہاڑوں کے اوپر سیاہ بادل امنڈ آئے ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کب چھٹیں۔

رابعہ ایک بیوہ تھی جو اپنے خاوند کی موت کے بعد گزر بسر کے لیے اسکول ٹیچر بن گئی تھی ١٩٨٠ء کے بعد حالات اس کے لیے انتہائی ناموافق ہو گئے۔ اس کا متعدد مرتبہ جی چاہا کہ ملازمت چھوڑ دے لیکن اپنے حالات کی وجہ سے ایسا نہ کر سکی۔ اسکول کی صورتحال پُرسکون نہ رہی تھی۔ ہر دوسرے تیسرے روز افغان کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر اسکول آتے اور استانیوں کو مجبور

Marfat.com

کرتے کہ وہ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو جائیں۔ کم از کم رابعہ نے کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔

رابعہ خود ایک ادھیڑ عمر خاتون تھی اور اس کی تین بیٹیاں تھیں۔ کمیونسٹوں نے اس کی مزاحمت دیکھ کر کہا۔ اچھا تو پھر نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ رابعہ کا خاندان بالعموم دیندار تھا اس لیے اس کے خاندان کے اکثر لوگ کمیونسٹ پارٹی کے شدید دباؤ میں تھے۔ سب کو خطرہ تھا کہ ان سے اس مزاحمت کا انتقام لیا جائے گا۔ چنانچہ انتقام کا سلسلہ جلد ہی شروع ہو گیا۔ پہلے رابعہ کا ایک داماد گرفتار ہوا اس کے بعد اس کا ایک بھتیجا جو اتحاد اسلامی میں شامل تھا، دن دہاڑے اپنی دکان میں قتل کر دیا گیا۔ رابعہ کا ایک بھانجا کابل یونیورسٹی میں تعلیم پا رہا تھا اسے روسیوں کی مخالفت کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا رہائی کے بعد وہ پھر ایک مظاہرے میں شامل ہوا لیکن گرفتاری سے بچنے کے لیے پاکستان فرار ہو گیا۔ اس کا ایک اور بھتیجا فرید نامی زبردستی پکڑ کر ملٹری اکیڈمی میں داخل کر لیا گیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو اسے پہلے افغان روس سرحد پر متعین کیا گیا پھر مجاہدین سے مقابلے کے لیے قندھار بھیج دیا گیا لیکن اس نے موقع پاتے ہی ہتھیار مجاہدین کے حوالے کیے اور پاکستان فرار ہو گیا۔

رابعہ کا سب سے چھوٹا لڑکا اسد اللہ تھا۔ وہ شادی شدہ تھا اور دو بچوں کا باپ تھا۔ ایک رات دروازے پر دستک ہوئی وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ افغان روسی سپاہی کھڑے ہیں۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے، بعد میں خبر ملی کہ اسے فوج میں بھرتی کر لیا گیا ہے۔ رابعہ کا ایک داماد شیر احمد تھا وہ پنجشیر میں تھا کہ اس کا پاؤں ایک سرنگ پر پڑا اور اس کی ایک ٹانگ اڑ گئی

Marfat.com

جس سے وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو گیا۔

روسی ہیلی کوپٹروں کی گرائی ہوئی ان سرنگوں سے ہزاروں مرد، عورتیں اور بچّے زخمی ہوتے ہیں۔ یہ سرنگیں کھلونا اور چھوٹے چھوٹے پتھروں کی شکل میں ہوتی ہیں اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ مہلک سرنگ ہے۔

بے شمار افغان عورتوں کی طرح رابعہ بھی اپنی چھوٹی بیٹیوں کے ساتھ بے سہارا رہ گئی تھی۔ خاندان کے تمام مرد یا تو شہید ہو چکے تھے یا جیل میں تھے یا معذور تھے۔ اسے سب سے زیادہ خوف اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی روسی فوجی اس کے گھر نہ آن گھسے۔ روسی فوجی جب شراب چڑھا لیتے تو پھر اندھے ہو جاتے کئی افغان گھرانے ایسے مدہوش روسیوں کے ہاتھوں لٹ چکے تھے۔ رابعہ نے تہیّہ کر لیا کہ وہ سرحد پار کر کے پاکستان چلی جائے گی۔ رابعہ نے ایک دن اپنی بیٹیوں کو ساتھ لیا۔ اور گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ چھ دن کے پیدل سفر کے بعد وہ پاکستان کی سرحد میں داخل ہوئی تین مہینے ادھر اُدھر خوار ہونے کے بعد اسے راولپنڈی کے قریب ایک ٹھکانہ مل گیا لیکن اس کے دل کو ابھی چین نصیب نہیں ہوا تھا۔

رابعہ کی ایک بیٹی جو انجنیئر اکرم کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی کابل ہی میں رہ گئی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اکرم کو فوجی سروس کا بلاوا آ گیا تو اس نے طے کیا کہ وہ فوجی سروس نہیں کرے گا۔ اس کی بجائے پاکستان ہجرت کر جائے گا۔ اکرم اپنے بیوی بچوں سمیت کابل سے ابھی ۳۰ میل دور ہی گیا تھا کہ پکڑا گیا۔ اس کا سارا سامان سپاہیوں نے لوٹ لیا۔ میاں بیوی دونوں کو جیل بھیج دیا گیا۔ لڑکی تو کچھ مدت کے بعد رہا ہو گئی لیکن اکرم کا کچھ پتہ نہ تھا اور اب تک پتہ نہیں ہے۔ ایک دن لڑکی کے پاس افغان

Marfat.com

ٹیلی ویژن کے چند آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر وہ ٹیلی ویژن پر آکر اظہار ندامت اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کرے تو اسے اس کا معاوضہ بھی دیا جائے گا اور ملازمت بھی۔ لیکن لڑکی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

رابعہ کو اپنی بیٹی کی گرفتاری کی خبر پاکستان میں ملی تو وہ رو رو کر اللہ سے اس کی خیریت کی دُعا مانگنے لگی۔ اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔

رابعہ کے انگلستان میں تعلیم پانے والے طالب علم بیٹے کے خطوط مجھے گاہ بگاہ آتے رہتے ہیں اور میں نے یہ کہانی انہی خطوط سے ترتیب دی ہے۔ ایک دن اس کا خط آیا تو لفافے میں خط کے ساتھ ایک تصویر بھی بھی۔ یہ تصویر ایک قبر کی تھی۔ اس کے نیچے لکھا ہوا تھا کہ یہ اس لڑکی کی تصویر ہے جو اپنی ماں رابعہ کے ساتھ پاکستان میں پناہ لینے کے لیے گئی تھی۔ ایک دن اپنے خیمے میں وہ تیل کا اسٹوو جلانے لگی تو اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ بیشتر اس کے کہ آگ بجھائی جاتی وہ اس میں جل گئی۔ اس کی جان بچانے کی بہتیری کوشش کی گئی لیکن لاحاصل۔
ایک مہاجر کی حیثیت سے اس کے لیے قبر کی جگہ تلاش کرنا بھی مشکل ہے۔

رابعہ کے لئے زندگی کی ساری روشنیاں گل ہو چکی تھیں لیکن ایسی افسردہ اور خوشیوں سے خالی زندگی صرف اسی کی نہ تھی۔ ایسی تیس لاکھ زندگیاں سرزمین پاکستان میں کسی بہار کے انتظار میں پڑی ہوئی ہیں۔ افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والوں میں ۶۰ فی صد بچے، ۲۵ فی صد عورتیں

Marfat.com

اور ۱۵ فی صد بوڑھے اور بیمار ہیں۔ نوجوان اور صحت مند اپنے وطن کی آزادی کے لیے مصروف جہاد ہیں۔ کئی وجوہ سے افغانوں کے لیے اپنے وطن میں ٹھہرنا ممکن نہیں رہا ہے۔ کمیونسٹ حکومت نے ملت اسلامیہ افغانستان کے لیے جینا محال کر دیا ہے۔ ان کے کھیت کھلیان کارخانے اور گھر بمباری سے خاک سیاہ ہو چکے ہیں۔ لاکھوں بے گناہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں۔ افغانستان میں اب عملاً قحط کی سی کیفیت ہے۔ وہ بے گھر ہیں۔ بے وطن ہیں، پھٹے پرانے خیموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کئی خیمہ بستیاں ایسی ہیں کہ ان سے پینے کا پانی میلوں دور واقع ہے۔

اگر کوئی مہاجر رجسٹر ہو گیا تو اسے بس اتنا ہی ملتا ہے کہ جس سے وہ زندہ رہ سکے۔ ان کے بچے "قلت خوراک" سے سوکھ رہے ہیں مہاجرین میں تین امراض نمایاں ہیں۔ نمونیا خسرہ اور تپ دق، بمباری کے زخم رسیدہ سینکڑوں افراد جاں بحق ہو گئے ہیں، کوئی راستے میں مرا اور کوئی پاکستان پہنچ کر۔

گو ان کے جسم پاکستان میں ہیں لیکن ان کے دل بدستور اپنے وطن میں اٹکے ہوئے ہیں۔ وہ جانا چاہتے ہیں لیکن فی الحال جا نہیں سکتے۔

(ہفت روزہ ایشار)

Marfat.com

اپنی محنت سے اسلام قبول کرنے والے

۱۹۷۲ء کے دسمبر کی آخری تاریخوں میں جب میں تعلیم کے لیے امریکہ روانہ ہو رہا تھا تو میرا دل امید اور اندیشے کی ملی جلی کیفیت سے دوچار تھا ایک تو اس امید سے دل مسرور تھا کہ اہل زبان کے درمیان رہتے ہوئے انگریزی زبان و ادب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی میری دیرینہ تمنّا پوری ہونے کی صورت پیدا ہوتی تھی تو دوسری جانب یہ احساس دل میں کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا کہ مجھے اپنی زندگی کے چند سال ایک ایسے خدا فراموش ماحول میں گزارنے تھے جو مادّیت کا سب سے بڑا علمبردار تھا مادّیت جو اس صدی میں اسلام کی سب سے منظم دشمن طاقت بن کر خود اسلامی ممالک کے قلب میں اسلام کے فرزندوں کی خود اعتمادی مجروح کر رہی تھی اس کے سبب سے بڑے "قمار خانہ" میں داخل ہوتے ہوئے اگر مجھے اپنی دینی اور تہذیبی اقدار کی حفاظت کی دامن گیر ہو رہی تھی تو یہ کوئی غیر فطری بات نہیں تھی لیکن اس ملک میں اپنے نو سالہ قیام کے دوران جب میں نے بارہا ایسے غیور مسلمان دیکھے جن کی حمیت ایمانی کی آب و تاب مادّیت کی مصنوعی چمک کے بالمقابل اور بھی نکھر گئی تھی تو اس حقیقت میں میرا یقین اور پختہ ہو گیا کہ جب کسی مسلمان کے دل کے سونے کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رسول اللہ کی محبت کا پارس چھو لیتا ہے تو پھر اس

Marfat.com

نگاہوں میں وہ قیمتی ہیرا بھی ایک بے حقیقت پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ جس پر غیر اسلام کی مہر ثبت ہو۔

یہ مضمون اسلام کے ایسے ہی جگر گوشوں سے متعلق ہے اور اس میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں خود ان کا بالواسطہ یا بلاواسطہ شاہد ہوں اور ان واقعات کو اس نیّت سے یہاں قلم بند کر رہا ہوں کہ کوئی مسلمان جو عصر حاضر کے حالات اور مغربی تہذیب کی دلفریبیوں سے مرعوب ہو گیا ہو، شاید اپنا یقین گم کردہ پھر حاصل کر لے۔ اور کوئی مسلمان جو اس اسلام مخالف دور میں خود اسلام پر چلنے اور دوسروں کو اس کی دعوت دینے کا جذبہ رکھتا ہو۔ شاید اپنے عزم و شوق کے چراغ کی لو تیز سے تیز کرے۔

مجھے یاد ہے امریکہ کے ایک شہر میں ایک دینی عنوان سے مختلف مقامات سے مسلمان جمع ہوتے تھے جن میں بڑی تعداد امریکی نومسلموں کی تھی۔ اکثر لوگوں کا قیام مقامی مسجد میں تھا سفر کی بے آرامی اور تکان کی وجہ سے میں بھی ظہر کی نماز کے بعد مسجد کے ایک گوشہ میں پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا مسجد بھری ہوئی تھی اور تقریباً سارے ہی لوگ لیٹے ہوئے تھے۔ میرے تھکے ہوئے جسم نے مسجد کے اس حصّے میں بہت سکون محسوس کیا۔ لیکن میں دوسرے ہی لمحے چونک پڑا، کسی کی سسکیوں کی آواز میرے کان سے ٹکرائی تھی۔ میں نے دیکھا میرے سامنے مسجد کی دیوار سے ٹیک لگائے ایک نومسلم امریکی نوجوان رو رہا تھا۔ اس کے جسم پر لمبا عربی جبّہ تھا سر پر ٹوپی تھی اور چہرے پر داڑھی تھی، اس کی بے قراری دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ضبط نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا ہو، اس کی سسکی تیز سے تیز تر ہوتی گئی اور چند منٹ کے بعد ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اس نوجوان

Marfat.com

کی طرف دیکھا اور میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر یہ کونسا غم ہے جو اسے اس طرح بے قرار کئے ہوئے ہے کونسا نقصان ہے جس کے احساس کی شدت نے اسے اپنے گرد و پیش سے بھی بے نیاز کر دیا ہے اس سے پہلے کہ میرا ذہن اس سوال کا جواب تلاش کرتا میں نے دیکھا کہ مسجد کے دوسرے گوشے سے ایک دوسرا امریکی نومسلم نوجوان اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس نے وہ کتاب اس روتے ہوئے نوجوان کی طرف بڑھائی اور انگریزی میں کہا۔

" یہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں آؤ اسے مل کر پڑھیں " اس نوجوان نے کتاب لے لی۔ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اور پھر کتاب کھول کر ایک حدیث شریف کا انگریزی ترجمہ بلند آواز سے پڑھنے لگا " رسول اللہ، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، فرمایا...." تھوڑی دیر کے بعد اس نوجوان کے ارد گرد چند اور امریکی نومسلم سنجیدگی اور وقار کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔ وہ نوجوان انتہائی ذوق و شوق سے ایک کے بعد دوسری حدیث پڑھتا رہا۔ دھیرے دھیرے اس کی آواز صاف ہو گئی۔ آنکھوں کے گوشے چمک اٹھے چہرے پر طمانیت کا اجالا پھیل گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس بے چین و بے قرار انسان کو بالآخر اس کے درد کی دوا مل گئی ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں بھیگی آنکھوں سے حدیث پاک کی یہ عجیب و غریب محفل دیر تک دیکھتا رہا، اور سوچتا رہا کہ آج سے چودہ سو سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس فکر و اخلاص سے دنیا کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تھی کہ آج ایک ایسا انسان

Marfat.com

جو نہ اس زبان سے واقف ہے۔ جس میں پہلی بار اس دعوت کو پیش کیا گیا تھا، نہ اس ملک سے کوئی قومی تعلق رکھتا ہے جہاں اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تھا اور نہ ہی اس تہذیب سے کوئی مناسبت رکھتا ہے جس کی آغوش میں پیغمبر اسلام نے پرورش پائی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اب اپنے سارے پچھلے رشتے توڑ کر مسجد میں آگیا ہے اور ان ایام پر روتا ہے جو اسلام سے اس کے تعلق کے بغیر گزر گئے۔

میرے ذہن میں جو دوسری یاد اُبھرتی ہے وہ بھی ایک امریکی نوجوان کی ہے میری نگاہوں میں شکاگو کی ایک عمارت کا ایک نقشہ پھر جاتا ہے جسے مسلمانوں نے خرید کر مسجد کی شکل دے دی ہے۔ ایک دن وہاں عشاء کی نماز کی اقامت ہو رہی تھی۔ نہ جانے مکبّر کا اخلاص تھا یا کسی کے دکھے دل کا آبگینہ ہی پھوٹ پڑنے کے لیے منتظر تھا کہ جوں ہی اقامت کی آواز بلند ہوئی پہلی صف سے کسی کی سسکی کی تیز آواز سنائی دی۔ میں نے چونک کر اس آواز کی جانب نگاہ اٹھائی۔ رونے والے کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میرا دل محبت کے جذبات سے بھر گیا۔ میں ان سے واقف تھا۔ میری پہلی ملاقات ان سے شکاگو ہی میں ایک مکان کے تہہ خانے میں ہوئی تھی جہاں اس علاقے کے مسلمان جماعت سے نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت مجھے امریکہ آتے ہوئے صرف چند روز ہوتے تھے ایک دن جب میں نماز کے لیے داخل ہوا تو وہاں وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ موجود تھے۔ ان کے جسم پر چہرے پر گھنی داڑھی۔ میں نے انہیں کسی افریقی ملک کا باشندہ سمجھا اور سلام کے بعد انگریزی میں پوچھا۔ "کیا آپ انگریزی بولتے ہیں"؟ وہ ہنس پڑے اور بولے میں امریکن ہوں اور انگریزی میری مادری زبان ہے شاید آپ کو میرے لباس

Marfat.com

کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ۔ میں یہ لباس محمد صلعم کی سُنت اپنانے کے شوق میں پہنتا ہوں اسلام قبول کرنے کے بعد اب میرا یہی لباس ہے،، اس ملاقات کے بعد ہم دونوں بارہا ملے اور اپنے نو سالہ قیام کے دوران مجھے انہیں بہت نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا ۔ میں نے انہیں ایک بڑے جنرل اسٹور کے مالک کی حیثیّت سے بھی دیکھا ۔ اور پھر خدمت اسلام کے شوق میں اپنی تجارت ختم کر کے ایک انتہائی معمولی ذریعہ آمدنی پر اکتفا کرتے بھی دیکھا ۔ میں نے انہیں ایک ہندوستانی قاری سے قرآن پاک پڑھتے بھی دیکھا اور نو مُسلموں کو نماز سکھاتے بھی دیکھا ۔ میں نے انہیں مسجد میں رات کی تاریکی میں بلک بلک کر روتے روتے بھی دیکھا ۔ اور دن کی روشنی میں دعوت و تبلیغ میں سرگرم بھی دیکھا میں نے یہ بھی دیکھا اور بارہا چشم عبرت سے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے کوئی غیر مُسلم اسلام قبول کر رہا ہے اس لیے جب اس دن میں نے انہیں روتے دیکھا تو مجھے اُن کے دل کی کیفیات سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی ۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ تکبیر کے الفاظ نے جس میں خدائے واحد کی ربوبیّت اور عظمت کی پکار تھی اس مخلص مُسلمان کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ کسی جذبے کو بے قابو کر دیا تھا صف سیدھی کی جا رہی تھی کہ میرے بازو میں کھڑے میرے ایک دوست نے میرے کان میں سرگوشی کی ۔ " کیا آپ جانتے ہیں کہ حال ہی میں ان کے ہاتھ پر ایک دن میں ۲۴ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے " میرے دل میں تعظیم و تحسین کے جذبات موجزن ہو گئے ۔ میرے لیے یہ اطلاع نئی تھی، نماز کے بعد لوگوں کی درخواست پر انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ۔ انہوں نے بتایا کہ اُنہوں نے ویسٹ انڈیز کا ایک دعوتی سفر کیا اور ایک دن وہاں

Marfat.com

کے مسلمانوں سے خطاب کیا۔ اس مجلس میں تین عیسائی نوجوان بھی موجود تھے اسلام کا پیغام سنجیدگی اور وقار کے ساتھ پہلی بار ان کے سامنے پیش ہوا تھا۔ تقریر ختم ہوتے ہی انہوں نے مزید معلومات کے لیے کچھ وقت لیا۔ سوالات پوچھ کر اپنی تشفّی کی اور پھر روح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اُنہوں نے دریافت کیا کہ اب ان کی کیا ذمہ داری ہے؟ ان کا جواب تھا اب آپ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں۔ جیسے ہم نے یہ پیغام آپ تک پہنچایا۔

نہ جانے وہ قبولیّت کی کون سی گھڑی تھی وہ تینوں نومسلم اٹھ کر چلے گئے اور چند گھنٹوں کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ تیس غیر مسلم تھے ان سب کو دعوت دی گئی اور سب نے اسی مجلس میں اسلام قبول کر لیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کفر کا ایک جادو تھا جو دعوت حق کی آواز بلند ہوتے ہی معدوم ہو گیا۔

(ہفت روزہ ایشار)

Marfat.com

انوکھا مسافر

اسی شہر لاہور کی بستی اچھرہ کا واقعہ ہے کئی سال گزرے اس بستی کی جامع مسجد میں نماز مغرب پڑھی جا رہی تھی کہ ایک نہایت ہی دبلا پتلا مسافر آیا اور شامل نماز ہو گیا۔ اگرچہ مسافر محض ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ تاہم اس کی صورت بااثر تھی، نماز پڑھی گئی اور نمازی اپنے اپنے گھر چلے گئے تھوڑے عرصہ بعد ایک مقامی مسلمان کھانا لے کر داخل مسجد ہوا۔ اور اس نو وارد سے کہا "آپ بھوکے ہوں گے، میں کھانا لایا ہوں براہ کرم تناول فرمالیں" "آپ کی بڑی عنایت ہے۔ مسافر نے جواب دیا۔" لیکن معاف فرمایئے مجھے کچھ پرہیز ہے" حضرت آپ کچھ فکر نہ کیجئے۔ یہ سادہ سی روٹی ہے، مرچ کم ہے اور گھی بھی بازاری نہیں ہے۔ مقامی مسلمان نے جواب دیا۔

"بھائی میرا یہ مطلب نہیں ہے" مسافر نے کہا۔ "پھر کیا مطلب ہے"؟ مقامی مسلمان نے پوچھا مسافر چپ ہو گیا اور مقامی مسلمان اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ چند منٹ بعد مسافر نے زبان کھولی اور کہا امید ہے آپ مجھے معاف فرمائیں گے مجھے آپ سے کچھ بھی کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن آپ کھانا لے کر آگئے تو مجبوراً مجھے عرض کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ شریعت اسلام میں طعام حلال، نماز پنجگانہ ہی کی طرح فرض ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر مسلمان کا لقمہ حلال نہ ہو تو اللہ کی بارگاہ میں اس کے نہ فرض قبول ہوتے ہیں اور نہ نفل چونکہ اس انگریزی راج میں حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اس واسطے میں

Marfat.com

جب تک پوری طرح جان پہچان نہیں کر لیتا میں کسی بھائی کو بھی کبھی کھانے کی تکلیف نہیں دیتا۔

حضرت! آپ نے یہ کیا فرمایا۔ مقامی مسلمان نے کہنا شروع کیا۔ معاذ اللہ میں حرام خور نہیں ہوں۔ یہ چوری کا مال نہیں ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے میں یہاں منڈی میں آڑھتی ہوں اور بیوپار کر کے اپنی کماتا ہوں، آپ اس کا وہم نہ کیجئے۔ تو پھر آپ کی تجارت کے کسی مرحلہ میں سود کا لینا دینا نہیں ہوتا۔ مسافر نے پوچھا۔

میں یہ تو نہیں کہہ سکتا، کئی مواقع پر ہم کو منڈی سے قرض لینا پڑتا ہے اور مقررہ شرح پر سود بھی دینا پڑتا ہے اسی طرح تجارتی مال کے ہیر پھیر میں دوسرے تاجروں سے بھی ہم سود وصول کر لیتے ہیں۔ مقامی مسلمان نے جواب دیا۔

"تو بہت اچھا" میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف ہوئی، احکام قرآن کے مطابق وہ تجارتی منافع جس میں سود کی آمیزش ہو، حلال نہیں کہلا سکتا۔ ممکن ہے کہ آپ تجارتی رسوم یا حکومتی اصرار کے ماتحت مجبور ہوں۔ لیکن میں مجبور نہیں ہوں۔ بے شک آپ کو تکلیف ہوتی اور آپ کی دل شکنی بھی ہوئی ہو گی۔ مگر آپ کے اسلامی اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ آپ اس کے لئے مجھے معاف فرمائیں گے" اس کے بعد مسافر نے مقامی مسلمان سے رخ پھیر لیا۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا۔ اور یاد خدا میں مشغول ہو گیا۔ مقامی مسلمان اس آخری جواب سے سخت مضطرب اور پریشان ہوا۔ اس نے نہایت ندامت سے برتن اٹھائے اور سر جھکا کر واپس چلا آیا اور برتن گھر پہنچا کر ہمسایہ کے ہاں پہنچا اور اس سے کہا کہ مسجد میں ایک بزرگ مسافر آئے ہیں آپ اپنے ہاں سے کھانا لے جائیں اور کھلا آئیں۔ یہ ہمسایہ مقامی ہسپتال میں ڈاکٹری کا کام کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کھانا اٹھایا۔ اور مسجد میں

Marfat.com

جا پہنچے، مسافر نے نہایت نرمی اور خوش خوئی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے تعارف اور جان پہچان کی فرمائش کی، ڈاکٹر صاحب ذرا باتونی بزرگ تھے۔ انہوں نے کہانی سنانا شروع کی اور کہا "حضرت مجھ پر بڑا اللہ کا فضل ہے۔ میری ایک سو روپیہ تنخواہ ہے دو چار روپے ہر روز اوپر سے بھی آجاتے ہیں۔ بڑا لڑکا کچہری میں ملازم ہے وہ ۷۵ روپے تنخواہ پاتا ہے اور دو چار روپے روزانہ وہ بھی لے آتا ہے، زمین بھی ہے جس سے سال کا غلہ آجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب کی کہانی ختم ہوئی تو مسافر نے انہیں نہایت ہی محبت اور شیرینی سے سمجھایا کہ اسلام مقدس کی رُو سے رشوت ستانی کس قدر بڑا جرم ہے۔ اور آخر میں اپنی معذوری ظاہر کر کے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ مسافر کی گفتگو اس قدر سنجیدہ اور باوقار تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے بھی ان کے سامنے اپنی گردن خم کر دی اور بڑی ندامت کے ساتھ کھانا اٹھا کر گھر واپس چل دیے۔

یہاں تاجر صاحب پہلے ہی ان کے منتظر تھے۔ یہ دونوں نہایت ہی درد ندامت کے ساتھ ایک دوسرے کو اپنی کہانی سنا رہے تھے کہ دو چار اور نیک دل مسلمان وہاں جمع ہو گئے، انہوں نے بھی یہ دونوں کہانیاں سنیں اور آناً فاناً یہ بات محلے میں عام ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب اور تاجر صاحب نے مل کر غور کیا کہ اب کسی زمیندار کے ہاں سے کھانا بھجوانا چاہیے تاکہ اس پر سود یا رشوت کا الزام نہ آسکے چنانچہ اسی وقت ایک زمیندار کے ہاں سے کھانا بھجوا گیا۔ مسافر نے ان سے پوچھا "آپ کے پاس کوئی گروی زمین تو نہیں ہے" جب زمیندار نے اس کا اقرار کیا تو مسافر نے انہیں بھی پھیر دیا اور کہا کہ جو شخص مسلمان ہو کر زمین گروی رکھتا ہے اس کی کمائی حرام سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ایک عالم صاحب

Marfat.com

کو بھیجا گیا۔ ان میں نقص پایا گیا کہ انہوں نے اپنی بہنوں اور لڑکیوں کو حکم شریعت کے مطابق جائداد میں سے حصہ نہیں دیا تھا۔ اس واسطے مسافر نے ان کا کھانا بھی رد کر دیا۔ اور فرمایا کہ آپ بہنوں اور لڑکیوں کے حصہ شرعی کے غاصب ہیں اور آپ کے ہر لقمے میں آدھے سے کم حرام شامل نہیں ہے، نماز مغرب سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور رات کے نو بج گئے، متعدد مسلمان کھانا لے کر گئے۔ مگر مسجد سے شرمندہ و نگوں سار ہو کر واپس آتے۔

مسافر کلوا مما فی الارض حلالا طیبا کی قرآنی کسوٹی لیے مسجد میں بیٹھا تھا اور ہر ایک مسلمان کو جو کھانا لے کر جاتا تھا اس قرآنی کسوٹی پر پرکھتا تھا اور شرمندہ کر کے باہر نکال دیتا تھا، تمام آبادی میں شور برپا ہو گیا۔ جا بجا یہی چرچا شروع تھا، مسلمانوں کو بھوک اور نیند بھول گئی۔ گھروں میں بازاروں میں گلی کوچوں میں جہاں بھی چار آدمی بیٹھے تھے یہی گفتگو اور ذکر شروع تھا۔ جب کسی جگہ ایک مسلمان دوسرے کو کہتا تھا کہ تم کھانا لے جاؤ تو وہ اسی وقت کانوں پر ہاتھ رکھ دیتا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ میں راشی ہوں کوئی کہتا تھا کہ میں سود خوار ہوں کوئی کہتا تھا کہ میں کم تولتا ہوں، کوئی کہتا تھا کہ میں نے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا کوئی کہتا تھا کہ میرے لڑکوں کی آمدنی میں حرام شامل ہے۔ مختصر یہ کہ دلوں کے عیوب آج زبانوں پر آگئے تھے اور ان کا برملا اعلان ہو رہا تھا۔ اگرچہ اچھرہ میں ہزارہا مسلمان آباد تھے۔ مگر ایک شخص بھی اکل حلال کا مدعی بن کر سامنے نہیں آتا تھا۔ بزرگان قصبہ کی گردنیں خم تھیں۔ حساس مسلمان زمین میں غرق ہوتے جاتے تھے۔ کہ آج ہزارہا مسلمانوں میں ایک شخص بھی نہیں ملتا جو ایک ایسے مہمان کو جو اکل حلال کا طالب تھا۔ ایک ہی وقت کا کھانا کھلا سکے۔ رات کے دس بج گئے۔ مگر کسی کے گھر سے کھانا نہ گیا۔ اب سوال یہ در پیش

Marfat.com

تھا - کیا یہ مسافر اچھرہ سے بھوکا چلا جائے گا - کیا رسولؐ کے امتی، حرام کھانے پر مصر رہیں گے ؟ جوں جوں وقت گزرتا گیا دلوں کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا - یہاں تک کہ رات کے گیارہ بج گئے -

آخر مجمع میں امید کی کرن جلوہ گر ہوئی ایک شخص نے کہا - میں ابھی لڑکیوں کا حصہ دیتا ہوں اور اس نے دے دیا - دوسرے نے کہا میں گروی زمین چھوڑتا ہوں - اور اس نے چھوڑ دی تیسرے نے کہا میں آج کے بعد کبھی سود نہ لوں گا - اور اس نے سود کا کاروبار ترک کر دیا - مختصر یہ کہ آن کی آن میں اچھرہ کے بے شمار مسلمانوں پر توبہ استغفار کے دروازے کھل گئے کسی نے رشوت چھوڑ دی کسی نے جھوٹی گواہی کا پیشہ چھوڑ دیا - کسی نے راگ رنگ سے توبہ کر لی - کسی نے یتیموں کا غصب شدہ مال واپس کر دیا - اس کے بعد تائبین کی جماعت کھانا لے کر مسافر کے پاس آئی اور اسے بتایا گیا کہ اچھرہ کے بے شمار مسلمان اب اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے ہیں - انہوں نے اپنی غلطیوں کو محسوس کر لیا ہے اور اب عملی اصلاح اور توبہ کے بعد آپ کے پاس آئے اور یہ کھانا پیش کرتے ہیں مسافر نے جب یہ واردات سُنی تو سجدے میں گر گئے - اس کے بعد دسترخوان بچھا، کھانا چنا گیا جس میں سے مسافر نے چند لقمے کھائے اور اس کے بعد لوگوں کو رخصت کر دیا -

صبح کے وقت اچھرہ کے بے شمار مسلمان جوق در جوق مسجد میں آئے تاکہ اس باخدا انسان کی زیارت کریں جس کے زہد بے ریا نے اپنے صرف ایک ہی عمل سے اچھرہ کے بیشتر مسلمانوں کو صحیح معنوں میں سچا مسلمان بنا دیا تھا مگر وہ حیرت زدہ ہو گئے - جب انہیں بتایا گیا کہ مسافر تہجد کے بعد مسجد سے نکلا تھا اور پھر واپس نہیں آیا -

Marfat.com

ریاضی کا استاد

چھوٹی بچی نے اپنے باپ میجر کمال سے کہا۔ ابا جان! میں حساب میں بہت کمزور ہوں اور امتحان میں صرف تین مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا آپ میرے لیے ریاضی کے کسی استاد کا انتظام کر سکتے ہیں؟

میجر کمال نے جواب دیا۔ کیوں نہیں بیٹی، میں تمہارے لئے دمشق کے بہترین استاد کا انتظام کر دوں گا۔

میجر کمال نے سوچا۔ بہترین استاد کا انتظام کیوں نہیں ہو سکے گا۔ کیا دنیا کو معلوم نہیں کہ میں حافظ الاسد کی سیکوریٹی فوج کا افسر ہوں۔ استاد سر کے بل چل کر آئے گا۔ میرے پاؤں چاٹے گا اور میری بچی کو ریاضی کی بہترین تعلیم دے گا۔

میجر کمال نے اپنے ماتحت کیپٹن نصیف کو بلایا اور حکم دیا کہ دمشق کے ریاضی کے تمام اساتذہ کی فہرست مع کوائف پیش کرے۔

میجر کمال نے چائے کے چند ہی گھونٹ پیے تھے کہ کیپٹن نصیف نے اس کے سامنے دمشق کے ریاضی کے تمام اساتذہ کی پوری فہرست مع کوائف پیش کر دی۔ میجر کمال نے اپنے کیپٹن کی طرف خوش ہو کر دیکھا۔ اتنی پھرتی صرف کمپیوٹر ہی کے ذریعے ممکن۔ میجر کمال کی نگاہیں فہرست میں درج تمام ناموں اور

Marfat.com

ان کے کوائف پر دوڑنے لگیں۔ ایک نام پر وہ ٹھٹک گئیں۔ یہ نام عبداللہ النجار کا تھا۔ کوائف میں اس کی صلاحیتوں کی تعریف کی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ وہ ریاضی کا بہترین استاد ہے اس نے کیپٹن نصیف کو حکم دیا کہ عبداللہ النجار کو کل صبح میرے روبرو پیش کیا جائے۔

کیپٹن نصیف سلیوٹ کر کے باہر چلا گیا۔ اسی اثناء میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ میجر کمال نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سکیورٹی فوج کا سربراہ رفعت الاسد (صدر ہشام حافظ الاسد کا چھوٹا بھائی) خود بول رہا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ فوراً طرابلس (لبنان) پہنچو۔ رفعت کے حکم کی تعمیل میں ذرہ برابر لیت و لعل بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھی۔ میجر کمال نے بعجلت تمام لبنان کی راہ لی۔

۲

ابھی پو نہیں پھٹی تھی کہ عبداللہ النجار کے مکان کو پانچ مسلح فوجیوں نے گھیرے میں لے لیا، تین فوجی صدر دروازے پر بندوقیں تان کر کھڑے ہو گئے اور دو نے دروازے پر دستک دی۔ دستک دینے والا کیپٹن نصیف تھا عبداللہ اور اس کی بیوی جاگ اٹھے۔ اتنی سویرے دستک خیریت کی نہیں ہو سکتی عبداللہ کی بیوی نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو دروازے پر کھڑے فوجیوں کو دیکھ کر دہشت زدہ رہ گئی وہ خوف سے کانپنے لگی لیکن عبداللہ نے اسے دلاسا دیا اور کہا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، میں نہ نماز پڑھتا ہوں نہ روزے رکھتا ہوں۔ پھر تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ میں شراب کا عادی ہوں۔ اس لئے ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ غالباً انہیں غلط فہمی ہو گئی ہو گی۔

Marfat.com

عبداللہ نے بے خوفی سے دروازہ کھولا جونہی وہ باہر نکلا فوجیوں نے اسے اس طرح دبوچ لیا جیسے شکاری کتا پرندے کو منہ میں دبا لیتا ہے۔ ایک نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور دوسرا اسے کشاں کشاں فوجی گاڑی کی طرف لے گیا۔ باقی تین فوجی بھی آگئے۔ انہوں نے عبداللہ کی مشکیں کسیں اور اپنے قیمتی شکار کو گاڑی میں ڈال کر فوجی ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو گئے چونکہ میجر کمال موجود نہیں تھا اس لیے وہ عبداللہ کو فوجی جیل خانے لے گئے عبداللہ کو گاڑی سے اتار کر ایک تنگ و تاریک کمرے میں دھکیل دیا اور اوپر سے آہنی دروازہ بند کر دیا گیا عبداللہ نے چیخ کر کہا بھائی آپ کو دھوکا ہوا ہے میں نہ نماز پڑھتا ہوں نہ روزے رکھتا ہوں اور شراب کا عادی بھی ہوں۔ مجھے آپ کس لیے پکڑ لائے ہیں؟

مگر انہوں نے ایک نہ سُنی گویا نپٹ بہرے ہوں

دوسرے دن عبداللہ کی تفتیش شروع ہو گئی۔ اسے پہلے بھوکا اور پیاسا رکھا گیا، پھر اس پر کوڑے برسائے گئے۔ وہ چیخا تو اس کا جسم گرم سلاخوں سے داغ دیا گیا۔

عبداللہ فریاد آگیں لہجے میں کہا۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔

جواب میں ایک طنزیہ قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔ اعتراف حقیقت۔

عبداللہ نے پوچھا۔ کس حقیقت کا اعتراف۔

جواب دیا گیا۔ یہ کہ تمہارا تعلق اخوان سے ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ میں سچ کہتا ہوں میرا اخوان سے کوئی تعلق نہیں ہے

Marfat.com

میں تو مذہبی آدمی بھی نہیں ہوں۔ نہ نماز پڑھتا ہوں نہ روزے رکھتا ہوں بلکہ شراب کا عادی ہوں۔

لیکن اس کی یہ صفائی قابل قبول نہ ہوئی اور عبداللہ پر تعذیب کا نیا سلسلہ شروع کر دیا۔ عبداللہ نے کراہتے ہوئے کہا۔ کیا آپ سچ بات کو بھی نہیں مانتے۔

ایک فوجی نے کرخت لہجے میں کہا ہمارے پاس ہر آنے والا یہی کہتا ہے۔ لیکن جلد یا بدیر اسے اعتراف حقیقت کرنا ہی پڑتا ہے۔

عبداللہ نے روتے ہوئے کہا۔ بہت اچھا میں اعتراف کرتا ہوں۔۔۔۔

ایک فوجی ایک سفید کاغذ لے آیا اور کہا۔ اس پر لکھو کہ میں فلاں ابن فلاں۔۔۔۔

فلاں سال سے اخوان سے منسلک ہوں۔ میں ان کی کاروائیوں میں فلاں فلاں موقع پر شریک رہا۔۔۔۔۔

فوجی جو کچھ بولتا گیا عبداللہ نے من وعن لکھ دیا اور اس کے نیچے اپنے دستخط کر دیئے۔ حالانکہ وہ نہ نماز پڑھتا تھا، نہ روزے رکھتا تھا اور شراب کا بھی رسیا تھا۔

۳

عبداللہ نے اس تعذیب خانے میں بہت کچھ دیکھا لیکن ایک منظر ایسا تھا جس نے اسے جڑ سے ہلا دیا۔ ایک چار سال کے بچے کو کھڑا کر کے اس کے باپ کو اس کے سامنے آگ میں ڈال دیا گیا۔

عبداللہ کا مدتوں کا مردہ ضمیر پھر سے زندہ ہو گیا۔ اسے اپنے گناہ

Marfat.com

ایک ایک کر کے یاد آنے لگے ۔ اور اس کا سر احساس ندامت سے جھک گیا ۔ اس نے دل ہی دل میں کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں ۔ اے میرے رب ! میں اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور تیری طرف سے سچے دل سے رجوع کرتا ہوں ۔ اے میرے رب ! میری توبہ قبول کر لے میرے گناہ معاف کر دے ۔ ۔ ۔ اے میرے رب ! مجھے اس صدی کے سب سے بڑے طاغوت حافظ الاسد سے پناہ دے ۔

اس دعا کے ساتھ اس کی آنکھوں سے آنسو سیل رواں کی مانند جاری ہو گئے ۔ اس نے وضو کیا اور اللہ کے رُوبرو دست بستہ کھڑا ہو گیا جس نماز کو وہ مدت ہوئی ترک کر چکا تھا ۔ اس کی زندگی میں یہ پہلی نماز تھی جس میں وہ خدا سے اپنا تعلق محسوس کر رہا تھا ۔

اسی شام اسے فوجی جیل کے صحن میں ایک ستون کے ساتھ باندھ کر اس پر باڑھ مار دی گئی ۔

وہ کسی قصور کے بغیر مارا گیا تھا ۔ پھر اس نے سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کیا تھا ۔ قرآن نے انہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے ۔ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ مت کہو ۔ وہ زندہ ہیں ۔

— اور اس کی لاش ان ہزاروں لاشوں میں جا ملی جو اس سے قبل ناحق قتل کیے جا چکے تھے ۔

۴

میجر کمال چار ماہ بعد طرابلس سے واپس آیا وہ فلسطینیوں کو کچلنے کی مہم

Marfat.com

پر بھیجا گیا تھا۔ وہ جب گھر آیا تو اس کی چھوٹی بچی نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ ابا جان! میں ریاضی میں فیل ہو گئی ہوں۔

میجر کمال نے حیرت اور غصے سے پوچھا کیا ریاضی کا استاد نہیں آیا تھا؟

بچی نے کہا ۔ کون ریاضی کا اُستاد؟

میجر کمال نے اسی وقت کیپٹن نصیف کو طلب کیا اور کڑک کر پوچھا۔ کہاں ہے وہ ریاضی کا اُستاد جس کو میں نے حاضر کرنے کا حکم دیا تھا۔

کیپٹن نصیف نے میجر کمال کے سامنے دو کاغذ رکھ دیئے میجر کمال نے پہلا کاغذ اٹھایا اس پر لکھا ہوا تھا۔

عبداللہ النجار ۔ ۔ ۔ ۔ استاد ریاضی
نہ نماز پڑھتا ہے، نہ روزے رکھتا
ہے، شراب کا عادی ہے۔ اس نے
سیاست میں بھی کبھی حصہ نہیں لیا۔ ریاضی
کا ماہر ہے۔ کام سے کام رکھتا ہے، اور
حکومت کا وفادار ہے۔

دوسرے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔

عبداللہ النجار۔ اُستاد ریاضی
۲۵ فروری ۱۹۸۰ء کو گرفتار ہوا
اخوان سے اپنے تعلق کا اعتراف
کیا ۲۸ فروری ۸۰ء کو تدمر جیل میں

Marfat.com

گولی مار دی گئی۔

میجر کمال بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا اور بولا۔ عبداللہ کا اصل قصور یہ تھا کہ وہ ریاضی کا استاد تھا۔

(ہفت روزہ ایشار)

Marfat.com

۳۰

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

گناہ سے دنیا کا نقصان

قرآن مجید میں جو نافرمانوں کے جا بجا قصّے اور اس کے ساتھ ان کی سزائیں مذکور رہیں کس کو معلوم نہیں، وہ کیا چیز ہے جس نے ابلیس کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا، یہی نافرمانی ہے۔ جس کی بدولت وہ ملعون ہوا۔ صورت بگاڑ دی گئی۔ باطن تباہ ہوگیا۔ بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی، قرب کے عوض بُعد حصّہ میں آیا، تسبیح و تقدیس کی جگہ کفر و شرک جھوٹ فحش انعام ملا، وہ کیا چیز ہے جس نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تمام اہل زمین کو طوفان میں غرق کر دیا۔ وہ کون چیز ہے کہ جس سے ہوائے تند کو قوم عاد پر مسلّط کیا گیا، یہاں تک کہ زمین پر پٹک پٹک کر مارے گئے۔ وہ کون چیز ہے جس سے قوم ثمود پر چیخ آئی۔ جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور سب تمامہم ہلاک ہوگئے۔ وہ کون چیز ہے جس سے قوم لوط علیہ السّلام کی بستیاں آسمان تک لے جا کر اُلٹی گرائی گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔ وہ کون چیز ہے جس سے قوم فرعون بحرِ قلزم میں غرق کی گئی۔ وہ کون چیز ہے جس سے قارون زمین میں دھنسایا گیا اور پیچھے سے گھر اور اسباب اس کے ہمراہ ہوا۔ وہ کون چیز ہے ایک بار بنی اسرائیل پر ایسی قوم کو مسلّط کیا کہ جو سخت لڑائی والی تھی اور وہ ان کے گھروں کے اندر گھس گئے اور

Marfat.com

ان کو زیروزبر کر ڈالا اور پھر دوسری بار ان کے مخالفین کو ان پر غالب کیا جس سے ان کا پھر بنا بنایا کارخانہ تباہ و برباد ہوا۔ کبھی قتل ہوتے کبھی قید کبھی ان کے گھر اجاڑے گئے۔ کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوتے کبھی وہ جلاوطن کئے گئے۔ وہ چیز جس کے یہ آثار ظاہر ہوتے۔ اگر نافرمانی نہیں تھی تو پھر کیا تھا ان قصوں کو جا بجا فرمایا گیا اور نہایت مختصر الفاظ میں اس کی وجہ ارشاد ہوئی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ یعنی اللہ تعالےٰ ایسے نہیں کہ ان پر ظلم کرتے لیکن وہ تو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، دیکھئے ان لوگوں نے اسی گناہ کی بدولت دنیا میں کیا خرابیاں بھگتیں۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ جب قبرص فتح ہوا۔ جبیرؓ بن نصیر نے ابو درداءؓ کو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ابو درداءؓ ایسے مبارک دن میں رونا کیسا؟ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت دی، انہوں نے جواب دیا کہ اے جبیرؓ افسوس ہے تم نہیں سمجھتے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیتی ہے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کیسی ذلیل و بے قدر ہو جاتی ہے۔ دیکھو کہاں تو یہ قوم برسر حکومت تھی، خدا کا حکم چھوڑنا تھا اور ذلیل و خوار ہونا جس کو تم اس وقت ملاحظہ کر رہے ہو۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ یعنی بے شک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب جس کو وہ اختیار کرتا ہے۔ ابن ماجہ میں عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر تھے آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے۔ کہ پانچ چیزیں ہیں، میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔ جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے۔ اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوتیں اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوں گے اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جاوے گا باران رحمت ان سے اگر بہائم نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی۔ اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرما دے گا اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو غیر قوم سے بجبر لے لیں گے ان کے اموال کو۔

ابن ابی الدنیا روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے سبب زلزلہ کا دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ جب لوگ زنا کو امر مباح کی طرح بے باکی سے کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلا ڈال۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ط وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (ترجمہ) فلاح پائی اس نے جس نے اپنے آپ کو پاکیزہ رکھا۔ اپنے رب کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔

امام احمدؒ نے وکیعؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بے حکمی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا خود بخود ہجو کرنے لگتا ہے اور بہت احادیث و آثار میں مضرتیں گناہ کی جو دنیا میں پیش آتی ہیں مذکور ہیں اب بعض نقصانات تفصیل و ترتیب سے سرقوم ہوتے ہیں۔

Marfat.com

(۱) ایک اثر معاصی کا یہ ہے کہ آدمی علم سے محروم رہتا ہے کیوں کہ علم ایک باطنی نور ہے اور معصیت سے نورِ باطن بجھ جاتا ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو وصیت فرمائی تھی۔ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے قلب میں ایک نور ڈالا ہے سو تم اس کو تاریکی و معصیت سے مت بجھا دینا۔

(۲) ایک نقصان گناہ کا دنیا میں یہ ہے کہ رزق کم ہو جاتا ہے۔ حدیث اوپر آچکی ہے۔

(۳) ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو خدائے تعالیٰ سے ایک وحشت سی رہتی اور یہ ایسی بات ہے کہ ذرا بھی ذوق ہو تو سمجھ سکتا ہے۔

(۴) ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت کرنے سے آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے خصوص نیک لوگوں سے کہ ان کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے ان سے دور اور ان کے برکات سے محروم ہوجاتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے کبھی معصیت سرزد ہو جاتی تو اس کا اثر اپنی بی بی اور جانور کے اخلاق میں پاتا ہوں کہ وہ پوری طرح مطیع نہیں رہتے۔

(۵) ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو اکثر کارروائیوں میں دشواری پیش آتی ہے۔ جیسے تقویٰ کرنے سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں۔ ایسے ہی ترکِ تقویٰ سے کامیابی کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔

(۶) ایک نقصان یہ ہے کہ قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہوتی ہے۔ ذرا بھی دل میں غور کیا جاوے تو یہ ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے اس ظلمت کی قوت سے ایک حیرت پیدا ہو جاتی ہے اس سے بدعت و ضلالت و جہالت

Marfat.com

میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے اور اس ظلمت کا اثر قلب سے آنکھ میں آتا ہے اور پھر چہرہ پر ہر شخص کو یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے فاسق کیسا ہی حسین و جمیل ہو مگر اس کے چہرہ پر ایک بے رونقی کی کیفیت ضرور ہوتی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نیکی کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت، لوگوں کے قلوب میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بدی کرنے سے چہرہ پر بے رونقی، قبر اور قلب میں ظلمت، بدن میں سستی، رزق میں تنگی، لوگوں کے دلوں میں بغض ہوتا ہے۔

(۷) ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے دل اور جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، دل کی کمزوری تو ظاہر ہے کہ امور خیر کی ہمت گھٹتے گھٹتے بالکل نابود ہو جاتی ہے، رہ گئی جسم کی کمزوری، سو جسم تو قلب کے تابع ہے۔ جب یہ کمزور ہے تو وہ بھی ضعیف ہوگا۔ دیکھو تو کفار فارس و روم کیسے قوی الجثہ تھے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے۔

(۸) ایک نقصان یہ ہے کہ آدمی طاعت سے محروم ہو جاتا ہے، آج ایک طاعت گئی کل دوسری چھوٹ گئی پرسوں تیسری رہ گئی، یوں ہی سلسلہ وار تمام نیک کام بدولت گناہ کے اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں جیسے کسی نے ایک لقمہ لذیذ ایسا کھایا جس سے ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ ہزاروں لذیذ کھانوں سے محروم کر دیا۔

(۹) ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے عمر گھٹتی ہے اور اس کی برکت مٹتی ہے کیوں کہ (برّ) نیکی سے عمر بڑھ جانا حدیث صحیح سے ثابت ہے تو فجور سے گھٹنا اسی سے سمجھ لیجیے۔

Marfat.com

(۱۰) ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت دوسری معصیت کا سبب ہوجاتی ہے وہ تیسری کا، اسی طرح شدہ شدہ معاصی کی کثرت ہوجاتی ہے یہاں تک کہ عاصی گناہوں میں گھر جاتا ہے دوسرے یہ کرتے کرتے اس کی عادت ہوجاتی ہے کہ چھوڑنا دشوار ہوتا ہے پھر اُس کو اسی ضرورت سے کرتا ہے کہ نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور پھر اس کم بخت میں لطف و لذّت بھی نہیں رہتی۔

(۱۱) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے ارادہ توبہ کا کمزور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ بالکل توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔

(۱۲) ایک نقصان یہ ہے کہ چند روز میں اس معصیت کی بُرائی دل سے نکل جاتی ہے اس کو بُرا نہیں سمجھتا، نہ اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا بلکہ خود تفاخراً اس کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا شخص معافی سے دُور رہتا جاتا ہے۔

(۱۳) ایک نقصان یہ ہے کہ ہر معصیت دشمنان خدا میں سے کسی کی میراث ہے تو گویا یہ شخص ان ملعونوں کا وارث بنتا ہے۔ مثلاً لواطت قوم لوط علیہ السلام کی میراث ہے۔ کم ناپنا کم تولنا قوم شعیب علیہ السلام کی میراث ہے۔ غلو و فساد فرعون اور اس کی قوم کی میراث ہے۔ تکبّر و تجبّر قوم ہود علیہ السّلام کی، تو یہ عاصی ان لوگوں کی وضع و ہیئت بنائے ہوتے ہے

(۱۴) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص بے قدر و خوار ہے، اور جب خالق کے نزدیک خوار و ذلیل ہو گیا۔ مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی۔

Marfat.com

(۱۵) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کی نحوست جیسے اس شخص کو پہنچتی ہے، اسی طرح کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے، وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔ گناہ کی سزا تو الگ ہوگی یہ لعنت اس پر طرہ ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ بہائم نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جب کہ قحط سخت ہوتا ہے اور بارش رک جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہ کی نحوست سے ہے۔

(۱۶) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے عقل میں فتور سا آجاتا ہے کیوں کہ عقل ایک نورانی چیز ہے۔ کدورت و معصیت سے اس میں کمی آجاتی ہے بلکہ خود گناہ کرنا دلیل کم عقلی کی ہے۔

(۱۷) ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت میں داخل ہوجاتا ہے کیونکہ آپ نے بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں ان پر تو بدرجہ اولیٰ استحقاق لعنت ہے۔ مثلاً لعنت فرمائی ہے آپ نے اس عورت پر جو گودے اور گودوائے اور جو غیر کے بال اپنے بالوں میں ملا کر دراز کرے اور دوسرے سے یہ کام لے، اور لعنت فرمائی ہے آپ نے سود لینے والے پر اور دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہ پر، اور لعنت فرمائی ہے آپ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ ہو یعنی جب نکاح میں اس کو شرط ٹھیرایا جائے اور لعنت فرمائی ہے چور پر لعنت فرمائی ہے شراب پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور نچڑوانے والے پر اور بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور اس کے دام کھانے والے پر اور جو اس کو لاد کر لائے اور

Marfat.com

جس کے لئے لاد کر لائی جاوے۔ اور لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں اور ان عورتوں کی وضع بنائیں اور لعنت فرمائی ہے تصویر بنانے والے پر اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو قوم لوط کا سا عمل کرے۔

(۱۸) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد و پیش ہیں وہ تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں کہ یا اللہ آپ کی رحمت اور علم بہت وسیع ہے اور ایسے لوگوں کو بخش دیجئے جو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ کی راہ کی پیروی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔ دیکھئے اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ فرشتے ان مومنوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں جس حالت میں گناہ کر کے وہ راہ چھوڑ دی اس دولت کا کہاں مستحق رہا۔

(۱۹) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے طرح طرح کی خرابیاں زمین میں پیدا ہوتی ہیں۔ پانی، ہوا، غلہ، پھل ناقص ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ط

یعنی ظاہر ہو گیا بگاڑ جنگل اور بستی میں بسبب ان اعمال کے جن کو لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں۔

(۲۰) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے حیا و غیرت جاتی رہتی ہے اور جب شرم نہیں رہتی تو یہ شخص جو کچھ کر گزرے تھوڑا ہے اس شخص کا کچھ اعتبار نہیں۔

Marfat.com

(۲۱) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جاتی ہے بھلا اگر خداوندی عظمت اس کے دل میں ہوتی تو مخالفت پر قدرت ہو سکتی ہے۔ جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی عزت نہیں رہتی پھر یہ شخص اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

(۲۲) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں اور بلاؤں اور مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہیں نازل ہوتی کوئی بلا، مگر بسبب گناہ کے اور نہیں دور ہوتی کوئی بلا مگر بسبب توبہ کے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالےٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

(۲۳) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے مدح و شرف کے القاب سلب ہو کر مذمت اور ذلت کے خطاب ملتے ہیں۔ مثلاً نیک کام کرنے سے یہ القاب عطا ہوتے تھے۔ مومن، مطیع، ولی، مصلح، عابد، صادق، صابر ذاکر وغیرہ ذالک۔ جب برا کام کیا یہ خطابات ملے۔ فاجر، فاسق، عاصی مخالف، مفسد، خبیث، زانی کاذب، لوطی، ظالم، ملعون جاہل وغیرہ ذالک۔

(۲۴) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں کیونکہ طاعت ایک خداوندی قلعہ ہے جس کے سبب اعداد کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے۔ جب قلعہ سے باہر نکلا دشمنوں نے گھیر لیا پھر وہ شیاطین جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں۔ اور اس کے

Marfat.com

قلب و زبان دست و پا، چشم و گوش سب اعضا کو معاصی میں غرق کر دیتے ہیں۔

(۲۵) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے قلب کا اطمینان جاتا رہتا ہے کچھ پریشان سا ہو جاتا ہے ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کسی کو خبر نہ ہو جاوے کہیں عزت میں فرق نہ آ جاتے۔ کوئی بدلہ نہ لینے لگے۔ میرے نزدیک معیشت ضنک بمعنی تنگ روزی کے یہی معنی ہیں۔

(۲۶) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے وہی دل میں بس جاتا ہے یہاں تک کہ مرتے وقت کلمہ تک منھ سے نہیں نکلتا۔ بلکہ جو افعال حالت حیلوۃ میں غالب تھے وہی اس وقت بھی سرزد ہوتے ہیں ایک تاجر اپنے عزیز کی حکایت بیان کرتا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ یہ بک رہا تھا کہ یہ کپڑا بڑا نفیس ہے یہ خریدار بہت خوش معاملہ ہے۔ آخر اس حالت میں مر گیا۔ کسی سائل کی حکایت ہے کہ مرتے وقت کہتا تھا اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اللہ کے واسطے ایک پیسہ۔ اسی میں تمام ہو گیا۔ اسی طرح ایک شخص کو نزع کے وقت کلمہ پڑھانے لگے۔ کہنے لگا۔ آہ آہ میرے منھ سے نہیں نکلتا۔ اور بہت سے حالات اس وقت کے ہم کو معلوم بھی نہیں ہوتے خدا جانے اور کیا گزرتی ہو گی خدا کی پناہ۔

(۲۷) ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امیدی ہو جاتی ہے اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا اور بے توبہ مرتا ہے کسی شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس نے گانا شروع کیا اور کہنے لگا کہ جو کلمہ مجھ سے پڑھواتے ہو اس سے مجھ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کوئی گناہ تو میں نے چھوڑا نہیں آخر کلمہ نہ پڑھا اور رخصت ہوا۔

Marfat.com

کسی اور شخص سے کلمہ پڑھوانے لگے بولا۔ اس کلمہ سے کیا ہوگا؟ میں نے کبھی نماز تک تو پڑھی نہیں۔ وہ بھی یونہی مرا۔ کسی اور شخص سے کلمہ پڑھنے کو کہا۔ کہنے لگا میں تو اس کلمہ کا منکر ہوں اور چل دیا۔

یہ چند مضرتیں دینوی جو گناہ کرنے سے لاحق ہوتی ہیں اور علاوہ ان کے بہت سے ضرر ظاہری و باطنی ہیں جو قرآن و حدیث میں غور کرنے سے اور خود دل میں سوچنے سے بہت جلد سمجھ میں آسکتے ہیں عاقل ہرگز پسند نہیں کر سکتا کہ ذرا سی اشتہائے کاذب کے لیے اتنا بڑا پہاڑ مصائب اور کلفتوں کا اپنے سر پر لے۔ روزانہ معاملات میں جس چیز میں مفاسد اور مضرتیں غالب ہوتی ہیں آدمی اس کے پاس نہیں پھٹکتا۔ یہی برتاؤ معاصی کے ساتھ کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین آمین آمین۔

Marfat.com

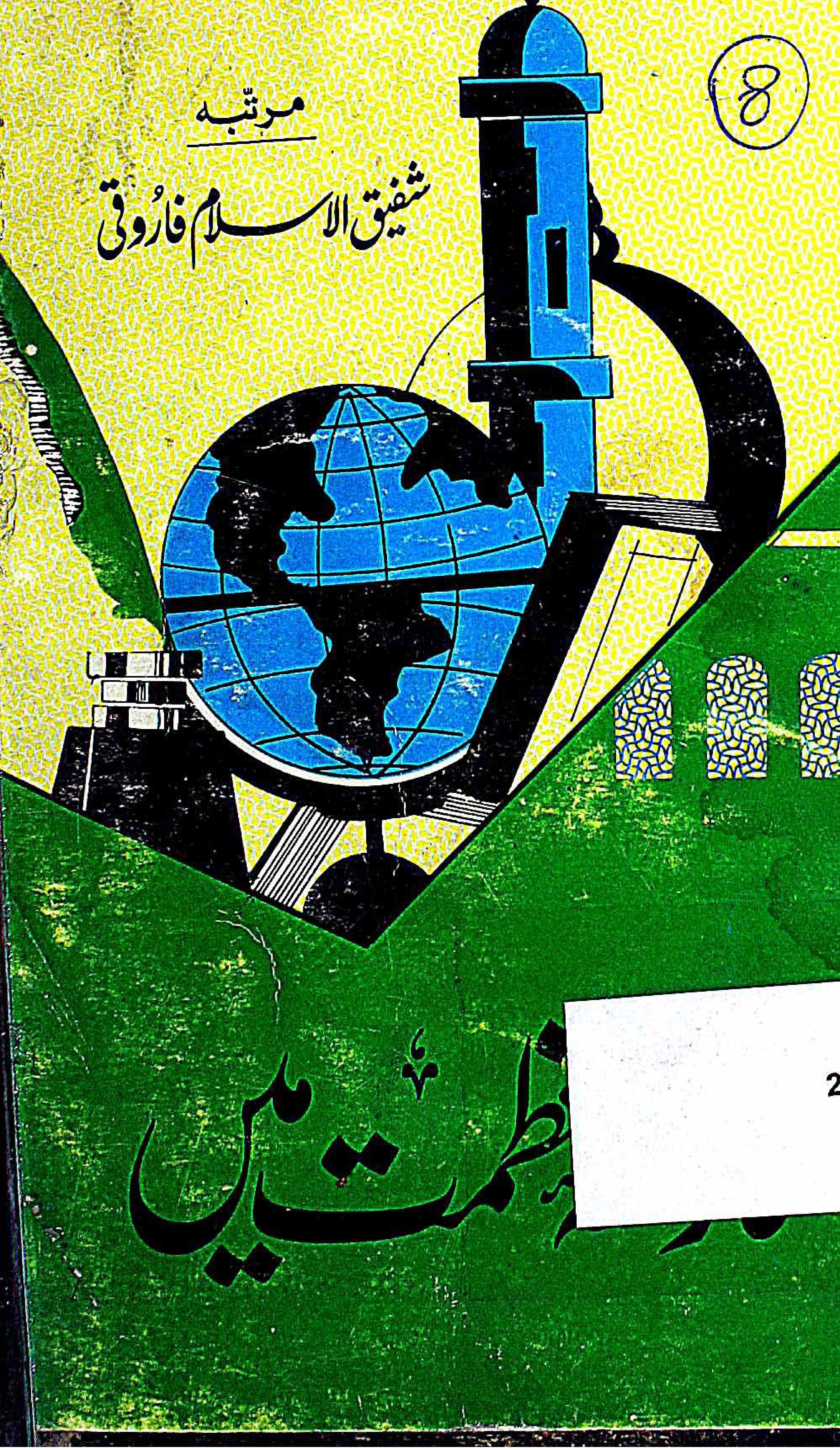

Marfat.com